سلسلة المنشورات
12
بسم اللہ الرحمن الرحیم
شرعی طلاق
تصنیف
شیخ العرب والعجم علامہ ابو محمد بدیع الدین الراشدی المکی
مع فتاوی
مفتی اعظم سعودیہ عربیہ علامہ شیخ عبدالعزیز بن باز
شیخ القرآن والحدیث مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری
ترتیب و زیادات: محمد افضل خلیل احمد الاثری
شرعی طلاق
طلاق
طلاق
طلاق

تصنیف

شیخ العرب والعجم علامہ ابو محمد بدیع الدین الراشدی المکی

مع فتاویٰ

مفتی اعظم سعودیہ عربیہ علامہ شیخ عبدالعزیز بن باز

شیخ القرآن والحدیث مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری

ترتیب و زیادات، محمد افضل خلیل احمد الاثری

ترتیب و زیادات: محمد افضل خلیل احمد الاثری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

= طبع باجازت مولف =

نام کتاب	:	شرعی طلاق
نام مصنف	:	شیخ العرب والعجم علامہ ابومحمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ
فتاوی	:	شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود محدث جلالپوری رحمہ اللہ
	:	سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ
فتاوی وترتیب	:	محمد افضل خلیل احمد الاثری
موضوع	:	احکام ومسائل/ معاشرتی مسائل/ عائلی زندگی/ فتاوی
صفحات	:	48 سائز : 23x36=16
کمپوزنگ	:	﴿السنۃ کمپیوٹر کمپوزنگ سینٹر﴾ فون:4525502
اشاعت بار	:	پنجم (ذوالحج 1423ھ۔فروری 2005ء)
اشاعت بار	:	ششم (محرم الحرام 1427ھ۔فروری 2006ء)
تعداد	:	1000 قیمت : 30

ناشر:

مکتبۃ الإمام البخاری
الدار العلمیۃ لنشر التراث الإسلامی

مکتبۃ السنۃ
الدار السلفیۃ لنشر التراث الإسلامی

شارع چوہدری رحمت علی منظور کالونی گجر چوک۔کراچی

رقم التلیفون:8246734/جوال: 0300-2160113

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ از ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ .

سرزمین سندھ کو برصغیر کے ’’باب الاسلام‘‘ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ پہلی صدی سے لے کر اس وقت تک سرزمین سندھ کو جن عظیم المرتبت علماء کے مولد اور مسکن اور مدفن ہونے کا شرف حاصل ہے اور جن کا نام رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔ ان شاء اللہ ۔ ان علماء میں سے پیر آف جھنڈا خاندان کے عظیم چشم و چراغ میرے استاذ، عرب و عجم کے شیخ اور عظیم محدث اور مفسر علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ ہیں جن کو بالخصوص سرزمین حجاز اور سرزمین پاکستان میں علمِ حدیث کے پھیلانے کا شرف حاصل ہے۔

یہ کتاب ’’شرعی طلاق‘‘ میرے شیخ موصوف کی عظیم تصانیف میں سے ایک کتاب ہے جس کو شیخ رحمہ اللہ کی اجازت سے آپ کی زندگی ہی میں تین بار مکتبۃ السنہ سے شائع کرنے کا شرف حاصل کر چکا ہوں۔ استاذ موصوف کی بندہ پر خصوصی عنایت اور شفقت رہی ہے جن میں سے ایک عنایت یہ بھی ہے کہ مجھے آپ نے اپنی تمام کتب کی نشر و اشاعت کی اجازت دی تھی اور آپ کی زندگی میں آپ کی تین کتابیں مجھے شائع کرنے کا شرف نصیب رہا ہے۔ ان میں سے آپ کی ایک تصنیف ”عین الشین“ خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کی اشاعت پر آپ نے بہت زیادہ مسرت کا اظہار فرمایا اور خصوصی دعائیں دی تھیں۔

اس وقت آپکی کتاب ’’شرعی طلاق‘‘ درج ذیل نئی ترتیب کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ وَاللّٰهُ هُوَ الْمُوَفِّقُ وَهُوَ وَلِيُّنَا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

طبع ہذا کی امتیازی خصوصیات

1-کتاب کے مندرجات پر نظر ثانی کرتے ہوئے سیاق عبارت کی ضرورت کے باعث بعض اضافہ جات اس طرح کے قوسین' حاصرتین [ ] میں دے دیئے ہیں-

2-تمام کتب محولہ (مراجع ومصادر) سے مقابلہ ومراجعہ کرکے کتابت کی بعض غلطیوں کو درست کر دیا ہے' نیز بعض نامکمل عبارات کو مکمل کر دیا ہے-

3-عربی عبارات پر اعراب لگا دیئے ہیں- 4-کتاب پر عنوانات کا اضافہ کر دیا ہے-

5-پیرابندی' علاماتِ ترقیم کا لحاظ بھی کیا گیا ہے- 6-آخر میں 5 فتوے بھی شامل کر دیئے ہیں-

(أ)-دو فتوے فضیلۃ الأستاذ محدث العصر مولانا سلطان محمود-رحمہ اللہ تعالیٰ-کے

(ب)-ایک فتویٰ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ-کا

(ج) دو فتوے راقم الحروف کے-

7-نیز بریلوی مکتب فکر کے مشہور حنفی عالم پیر کرم شاہ کا تحقیقی اور دردمندانہ فیصلہ-

8-شروع میں فہرست کا اضافہ کر دیا ہے-

9-باطنی حسن کے ساتھ ساتھ موجودہ اشاعت میں ظاہری حسنِ طباعت کا خیال بھی کیا ہے-اس لئے اس اشاعت کو کمپیوٹر کے نئے پروگرام میں کتابت کروا کر 4 رنگا ٹائیٹل' لیمینشن' آرٹ کارڈ' عمدہ کاغذ وطباعت کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے-

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَوَّلاً وَّاٰخِرًا-

وصلى الله تعالىٰ وسلم على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين.

والسلام عليكم ورحمة الله خادم السنة النبوية المطهرة عليه ألف ألف تحية و سلام-

محمد افضل خلیل احمد الاثری مدیر مکتبۃ السنۃ الدار السلفیۃ لنشر التراث الاسلامی سولجر بازار-کراچی

ذوالقعدہ 1423ھ-جنوری 2003ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اَهْلِ طَاعَتِهٖ اَجْمَعِيْنَ -اَمَّابَعْدُ!

[اللہ عزوجل کے نزدیک طلاق ناپسندیدہ عمل ہے]

اسلام کے اصول عدل واصلاح پرمبنی ہیں اسی بناء پر بوقت مجبوری[اسلام نے] طلاق کو جائز رکھا ہے-یعنی اگر میاں بیوی کے درمیان نباہ کی صورت نہیں رہتی تو پھر طلاق کے ذریعہ وہ ایک دوسرے سے خلاصی[حاصل] کرسکیں باوجود اس کے کہ یہ فعل اللہ کو پسند نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ شَيْئًا اَبْغَضَ إِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ -
(المستدرك للحاكم ص: 196'ج:2)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال چیزوں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے-

اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور حافظ ذہبی نے تلخیص میں اس کو صحیح مسلم کی شرط پر مانا ہے-اس ناپسندیدگی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ [طلاق] آخری حربہ ہے اس سے قبل جہاں تک اصلاح کا امکان ہو تو اس کی کوشش کی جائے-

[بیک وقت زیادہ طلاق دینا منع ہے]

اسی لئے شریعت نے بیک وقت ایک سے زیادہ طلاقیں دینے سے منع فرمایا ہے-سنن نسائی (ص:81'ج:2) میں محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ اُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ إِمْرَاَتَهٗ ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ جَمِيْعًا فَقَامَ غَضْبَانًا ثُمَّ قَالَ اَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ حَتّٰى قَامَ رَجُلٌ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَقْتُلُهٗ-

کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شخص کی خبر دی گئی کہ اس نے بیک وقت اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہیں آپ غصہ کی حالت میں کھڑے ہوگئے اور فرمانے لگے کہ اللہ کی کتاب سے کھیل ہو رہا ہے حالانکہ میں تم میں موجود ہوں یہاں تک کہ یہ سن کر ایک آدمی کھڑا ہوگیا اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسکو قتل نہ کردوں؟

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ (ص:355 ‘ ج:2 بَابُ طَلَاقِ السُّنَّةِ) میں بیک وقت تین طلاقوں کو بدعت کہا گیا ہے‘ اور اس طرح طلاق دینے والے کو عاصی اور گنہگار بتلایا گیا ہے- اور امام ابوبکر جصاص رازی حنفی احکام القرآن (ص:383 ‘ ج:1) میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس مسئلہ کی بابت چند آثار نقل کر کے فرماتے ہیں-

قَدْ ثَبَتَ عَنْ هٰؤُلَاءِ الصَّحَابَةِ حَظَرُ جَمْعِ الثَّلَاثِ وَلَا يُرْوٰى عَنْ اَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ خِلَافُهٗ فَصَارَ إِجْمَاعًا -

ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تین طلاقیں اکٹھی دینے کی منع ثابت ہے- اور کسی ایک صحابی سے اسکے خلاف منقول نہیں لہذا اجماع ہوا-

[طلاق سنت]

بلکہ شریعت نے طریقہ یہ بتلایا ہے کہ کم سے کم ایک مہینہ کے بعد دوسری طلاق ہو- چنانچہ امام نسائی نے سنن (ص:80 ‘ ج:2) میں اس کے لئے ایک باب مقرر کیا ہے کہ ”بَابُ طَلَاقِ السُّنَّةِ“ اس کے تحت یہ حدیث لائے ہیں-

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ طَلَاقُ السُّنَّةِ تَطْلِيْقَةٌ وَهِيَ طَاهِرٌ فِيْ غَيْرِ جِمَاعٍ فَـإِذَا حَـاضَـتْ وَطَهُرَتْ طَلَّقَهَا أُخْرٰى فَـإِذَا حَـاضَـتْ وَطَهُرَتْ طَلَّقَهَا أُخْرٰى ثُمَّ تَعْتَدُّ بَعْدَ ذٰلِكَ بِحَيْضَةٍ قَالَ الْاَعْمَشُ سَأَلْتُ إِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ-

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے [وہ فرماتے ہیں] مسنون طریقہ طلاق کا یہ ہے کہ طہر کی حالت میں بغیر ہم بستری کے ایک طلاق دے پھر ایک ماہواری کے بعد طہر آئے تو دوسری طلاق دے اسی طرح تیسرے طہر میں- پھر (تیسری) طلاق دے اسکے بعد عدت گزارے- اور امام اعمش فرماتے ہیں کہ ابراہیم نخعی سے یہ مسئلہ پوچھا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا-

اور علامہ ابوبکر جصاص رازی فرماتے ہیں-

قَالَ اَصْحَابُنَا اَحْسَنُ الطَّلَاقِ اَنْ يُّطَلِّقَهَا إِذَا طَهُرَتْ قَبْلَ الْجِمَاعِ ثُمَّ يَتْرُكُهَا حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا وَإِنْ اَرَادَ اَنْ يُّطَلِّقَهَا ثَلَاثًا طَلَّقَهَا عَنْ كُلِّ

ہمارے علماء (حنفی) نے کہا ہے کہ طلاق کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جب وہ حیض سے پاک ہو تو بغیر جماع (ہمبستری) کرنے کے ایک طلاق دیدے اور اگر تین دینا چاہتا

طُهرٍ وَاحِدَةٍ قَبلَ الجِمَاعِ وَهُوَ قَولُ الثَّورِيِّ وَقَالَ اَبُو حَنِيفَةَ وَبَلَغَنَا مِن إِبرَاهِيمَ عَن اَصحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُم كَانُوا يَستَحِبُّونَ اَن لَّا يَزِيدُوا فِي الطَّلَاقِ عَلٰى وَاحِدَةٍ حَتّٰى تَنقَضِيَ العِدَّةُ وَإِنَّ هٰذَا عِندَهُم اَفضَلُ مِن اَن يُّطَلِّقَهَا ثَلَاثًا عَن كُلِّ طُهرٍ وَّاحِدَةٍ-

(أحكام القرآن للجصاص ص:389' ج:1)

ہے تو ہر ایک طلاق ہر ایک طہر میں قبل الجماع (ہمبستری سے پہلے) دیدے یہی قول امام سفیان ثوری کا ہے-اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ بواسطہ ابراہیم نخعی ہم کو خبر پہنچی ہے کہ صحابہ کرام کو یہ بات پسند تھی کہ بیک وقت ایک سے زیادہ طلاقیں نہ دی جائیں اور تین طلاقیں الگ الگ ہر ایک طہر میں دی جائیں-

[ایک وقت کی تین طلاق کا ایک ہونا فطرت سلیمہ کے موافق ہے]

یہی فیصلہ عقل سلیم اور فطرت انسانیہ کے موافق ہے کیونکہ تین ماہ کا وقفہ اسلئے دیا جاتا ہے کہ کسی طرح دونوں میاں بیوی پشیماں ہوکر دوبارہ مل کر اپنا گھر آباد کریں-اور جب ثابت ہوا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت اور گناہ ہے بلکہ اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل اور مذاق ہے' تو پھر اس قسم کی طلاق کیسے واقع ہوسکتی ہے اس کو واقع کہنا گویا کہ ایک ناجائز فعل کی اجازت دینا ہے-

[ایک وقت کی تین طلاق کا ایک ہونا اور ﴿مَرَّتَانِ﴾ کی وضاحت]

نیز قرآنِ کریم میں ہے-

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمسَاكٌ بِمَعرُوفٍ اَو تَسرِيحٌ بِإِحسَانٍ﴾ -[البقرة آیت:229' پ:2]

طلاق دو مرتبہ ہے اس کے بعد پھر نیکی کے ساتھ لوٹا کے رکھنا یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے-

[یہ] آیتِ کریمہ بھی واضح کرتی ہے کہ بیک وقت ایک ہی طلاق ہوگی' نہ دو' نہ تین' کیونکہ "مَرَّتَانِ" کا اطلاق: مَرَّةً بَعدَ مَرَّةٍ - یکے بعد دیگرے پر ہوتا ہے-جیسا کہ ﴿سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَينِ﴾ (التوبہ [آیت:101 پ:11] یعنی عنقریب انکو ہم دو مرتبہ عذاب کریں گے-جس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ

دونوں عذابوں کے درمیان وقفہ ہوگا ورنہ بیک وقت ایک ہی عذاب کہلائے گا نہ کہ اسے دومرتبہ کہا جائے گا۔اس طرح ﴿ مَرَّتَانِ ﴾ کا مطلب ہے کہ دونوں طلاقوں میں وقفہ ہو۔ اسی طرح تیسری [طلاق] بھی وقفہ کے بعد ہو جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ سے معلوم ہوا۔

علماءِ حنفیہ کے سرخیل ابوبکر جصاص رازی فرماتے ہیں۔

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ وَذٰلِكَ يَقْتَضِي التَّفْرِيقَ لَا مَحَالَةَ لِاَنَّهٗ لَوْ طَلَّقَ اثْنَتَيْنِ مَعًا لَمَا جَازَ اَنْ يُقَالَ طَلَّقَهَا مَرَّتَيْنِ وَكَذٰلِكَ لَوْ دَفَعَ رَجُلٌ إِلٰى اٰخَرَ دِرْهَمَيْنِ لَمْ يَجُزْ اَنْ يُقَالَ اَعْطَاهُ مَرَّتَيْنِ حَتّٰى يُفَرِّقَ الدَّفْعَ .... يُطْلَقُ عَلَيْهِ –

(أحكام القرآن ص:389‘ ج:1)

اس آیت کا تقاضا ہے کہ لازماً دوطلاقیں الگ الگ ہوں کیونکہ اگر کسی نے بیک وقت دواکٹھی طلاقیں دیں تو اس کے لئے یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ اس نے دومرتبہ طلاق دی ہے اسی طرح کوئی آدمی کسی کو بیک وقت دو درہم دیتا ہے تو اس وقت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے دومرتبہ درہم دیئے ہیں جب تک کہ دونوں الگ الگ نہ دے۔

اسی طرح تفسير البحر المحيط ص: 191-192‘ ج:2۔تفسير كشاف للزمخشرى ص:283‘ ج:1۔تفسير المظهرى مصنفه قاضى ثناء الله پانى پتى ص:300‘ ج:1۔التفسيرات الأحمديه مصنفه ملا جيون حنفى ص:143-144 وغيرها من التفاسیر میں مذکور ہے پس ثابت ہوا کہ بیک وقت دو یا تین طلاقیں ایک ہی شمار ہونگی۔

امام نظام الدین قمی نیشاپوری فرماتے ہیں۔

ثُمَّ مِنْ هٰؤُلَاءِ مَنْ قَالَ لَوْ طَلَّقَهَا اثْنَتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا لَا يَقَعُ إِلَّا وَاحِدَةٌ وَهٰذَا هُوَ الْاَقْيَسُ وَاخْتَارَهٗ كَثِيرٌ مِنْ عُلَمَاءِ اَهْلِ الْبَيْتِ لِاَنَّ النَّهْيَ يَدُلُّ عَلَى اشْتِمَالِ الْمَنْهِيِّ عَنْهُ عَلٰى مَفْسِدَةٍ رَاجِحَةٍ وَالْقَوْلُ بِالْوُقُوعِ سَعْيٌ فِي إِدْخَالِ تِلْكَ الْمَفْسَدَةِ فِي الْوُجُودِ –

(تفسير غرائب القرآن ورغائب الفرقان ص:266‘ ج:2)

یعنی ان لوگوں (جو کہتے ہیں کہ بیک وقت ایک سے زیادہ طلاقیں دینا صحیح نہیں بموجب آیت ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾) میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ بیک وقت اگر دو یا تین طلاقیں دیدیں تو ایک ہی واقع ہوگی اور یہی بات قرین قیاس ہے اور یہی اکثر علماءِ اہلبیت کا مسلک ہے۔اس لئے کہ یہ منع دلیل ہے کہ یہ فعل موجب فساد ہے اور ایسی طلاق کو واقع کہنے کی کوشش کرنا اس میں فساد کو داخل کرنا ہے۔

تشریح

کیونکہ بیک وقت اگر تین طلاقیں شمار کر دی گئیں تو پھر رجوع کی صورت نہیں رہتی اگر چہ دونوں فریق کتنے ہی نادم ہوں اور ایک دوسرے کو چاہتے ہوں اور اس طرح پوری برادری میں تفریق اور علیحدگی ہونے کا خطرہ ہے بصورت دیگر ایک طلاق کے بعد دونوں کو سوچنے اور دوبارہ راضی ہونے کا موقع ملتا ہے۔اسی طرح دوسری طلاق کے بعد بھی ان کے لئے صلح کا موقع باقی ہے یہ ایسا موقع ہے جس سے فائدہ حاصل کر کے برادری والے انتشار اور افتراق جیسے خطرناک فتنہ سے بچنے کیلئے کوشش کر سکتے ہیں اور اصلاح بہرحال بہتر ہے۔﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ (النساء) [آیت:128پ:5]۔

قارئین! جن لوگوں کی طرف امام قمی نے اشارہ کیا ہے وہ صحابہ [رضوان اللہ علیہم اجمعین] کی جماعت ہیں جن کے نام ذکر اس طرح کئے ہیں۔عمر،عثمان،علی،ابن مسعود،ابن عباس،ابن عمر،عمران بن حصین،ابو موسی اشعری،ابوالدرداء اور حذیفہ رضی اللہ عنہم۔یعنی ان میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو بیک وقت دو یا تین طلاقوں کو ایک شمار کرتے ہیں یہی فیصلہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔

[ایک وقت کی تین طلاق کے ایک ہونے کی احادیث]

پہلی حدیث

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الطَّلَاقُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ، طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً۔ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: إِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوْا فِيْ اَمْرٍ كَانَتْ لَهُمْ فِيْهِ اَنَاةٌ فَلَوْ اَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ![فَاَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ.]

(صحیح مسلم ص:477،ج:1)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اور ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور عمر فاروق کی خلافت میں بھی دو سال تک تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں۔امیر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں نے ایک ایسے کام میں جلد بازی شروع کر دی جس میں انکو مہلت تھی۔پس ہم اگر ان پر تین طلاقیں تین نافذ کر دیں (تو مناسب ہے) پس انہوں نے تین طلاقوں کو تین نافذ کر دیا۔

صحت حدیث

صحیح مسلم میں اس حدیث کا مروی ہونا اس کی صحت کے لئے کافی ہے چنانچہ مقدمہ فتح الباری (ص:10) لابن حجر میں ہے: إِنَّمَا اعْتَمَدَ الشَّيْخَانِ فِيْ تَخْرِيجِ اَحَادِيْثِهِمْ عَلَى الثِّقَةِ وَالْعَدَالَةِ وَقِلَّةِ الْخَطَأِ ۔پس صحیحین کی حدیثوں کے راوی ثقات ہیں اور معتبر ہیں۔

اور علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی ظفر الامانی (ص:58) میں فرماتے ہیں:۔

وَكِتَابَا هُمَا اَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى هٰذَا مِمَّا اتَّفَقَ عَلَيْهِ الْمُحَدِّثُوْنَ شَرْقًا وَغَرْبًا: اَنَّ صَحِيْحَ الْبُخَارِيِّ وَصَحِيْحَ مُسْلِمٍ لَا نَظِيْرَ لَهُمَا فِي الْكُتُبِ۔

یعنی صحیحین (بخاری و مسلم) دونوں کتابیں قرآن کریم کے بعد اصح الکتب ہیں اور اس بات پر تمام مشرق و مغرب کے محدث متفق ہیں کہ ان دو کتابوں کی کوئی نظیر نہیں۔

پس اس حدیث کی صحت میں کوئی شک نہیں رہا۔

اور امام حاکم (المستدرک ص:196 'ج:1) میں اس حدیث کو دوسری سند سے لا کر فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ۔

یعنی یہ حدیث بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور حافظ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں حاکم کی اس تصحیح میں موافقت کی ہے اور کوئی تنقید نہیں کی۔

اس کے علاوہ علامہ 'محدث شمس الحق عظیم آبادی التعلیق المغنی علی سنن دار قطنی (ص:446 طبع ہند) میں فرماتے ہیں: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ ثَابِتٌ' رُوَاتُهٗ حُفَّاظٌ (1ھ) یہ حدیث اس مسئلہ میں نص واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جاتی تھیں۔

[لمحہ فکریہ!]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے بعد اب کسی کو کوئی اختیار باقی نہیں رہا۔

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ

اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں جب کہ اللہ اور اسکا رسول کسی کام کا حکم دیں کہ انکو انکے

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ — (الأحزاب آیت:36پ:22)

کام میں کوئی اختیار رہے اور جو شخص اللہ کا اور اسکے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔ (بیان القرآن مصنفہ علامہ اشرف علی تھانوی)

اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں شریعت مکمل ہو چکی تھی اور ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ (المائدۃ)[پ: 6آیت:3] کی بشارت بھی مل چکی تھی اور آپ کی وفات کے بعد وحی کے آنے کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا تو پھر آپ کے اس فیصلہ کو کوئی بدلنے والا نہیں ﴿وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ﴾ (الأنعام)[پ: 7'آیت:34]﴿لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ﴾(یونس)[پ: 11' آیت:64]اسی طرح خلافت صدیقیہ میں بھی یہی فیصلہ رہا۔ اس زمانے میں بے شمار صحابہ اور تابعین موجود تھے' اور اسی طرح یہ اجماعی فیصلہ تھا۔

[سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا تعزیری فیصلہ]

اور پھر خلافت فاروقیہ میں بھی دو سال تک اسی طرح حکم جاری رہا اس کے بعد امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک سیاسی مصلحت کی بناء پر بیک وقت تین کو تین قرار دیا اس لئے کہ لوگوں نے اس سہولت کا ناجائز فائدہ لینا شروع کیا اور طلاق دینے میں جلد بازی کرنے لگے تو امیر المؤمنین نے تین کو نافذ کر دیا۔ اور خود علت بیان کرتے ہیں کہ: اِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوْا فِيْ اَمْرٍ .الخ ۔ چونکہ لوگ ایک ایسے کام میں جلدی کرنے لگے جس میں ان کو شریعت کی جانب سے کافی مہلت دی گئی تھی' اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی انہوں نے قدر نہیں کی' اس لئے امیر [المؤمنین] عمر رضی اللہ عنہ نے اس بڑھتے ہوئے فتنہ کو روکنے کے لئے بحیثیت حاکم شرعی ہونے کے تأدیبًا اور تعزیرًا یہ حکم جاری کیا' تاکہ لوگ اس بری حرکت سے باز آجائیں۔

یہی حدیث مسلم میں تین طرق سے مروی ہے اور تیسرے میں یہ لفظ ہیں "فَلَمَّا كَانَ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ تَتَابَعَ النَّاسُ فِي الطَّلَاقِ فَاَجَازَهٗ اِلَيْهِمْ" یعنی لوگ طلاق کے معاملہ میں شرارت کرنے لگے لہٰذا ان پر اس کو جاری کر دیا۔

[علماء احناف کا اعتراف]

خود بعض علماء حنفیہ کو بھی اعتراف ہے کہ امیر [المؤمنین] عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حکم تعزیری اور انتظامی تھا- چنانچہ علامہ قہستانی جامع الرموز ص: 331 میں لکھتے ہیں:

وَاعْلَمْ اَنَّ فِی الصَّدْرِ الْاَوَّلِ إِذَا اَرْسَلَ الثَّلَاثَ جُمْلَةً لَا يُحْكَمُ إِلَّا بِوُقُوْعِ وَّاحِدَةٍ إِلٰی زَمَنِ عُمَرَ ثُمَّ حَكَمَ بِوُقُوْعِ الثَّلَاثِ سِيَاسَةً وَّتَعْزِيْرًا لِكَثْرَتِهٖ مِنَ النَّاسِ -

زمانہ رسالت سے لے کر امیر [المؤمنین] عمر رضی اللہ عنہ کی شروع خلافت تک جب کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دیتا تھا تو وہ ایک ہی طلاق واقع ہوتی تھی پھر لوگوں کے بکثرت طلاق دینے کی وجہ سے تین طلاقیں سیاستاً اور تعزیزاً تین نافذ کر دی گئیں-

اسی طرح علامہ طحطاوی نے حاشیہ الدر المختار (ص:128، ج:2) میں ذکر کیا ہے- پس امیر المؤمنین کا یہ قدم انتظامی اور سیاسی تھا، شرعی حکم نہیں تھا- کیونکہ امیر [المؤمنین] عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنے والے نہیں تھے، نہ انکو ایسا حق تھا اسکی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ وہ خود اپنے دور خلافت میں نبوی فیصلے پر کاربند تھے اور اسی کے مطابق فیصلہ نافذ کرتے تھے- اسلئے انکے اس انتظامی قدم کو اپنے مذہب کی دلیل بنانا اختلاس ہے، اقتباس نہیں- بلکہ شریعت میں ناجائز تصرف ہے-

[امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اپنے فیصلہ سے رجوع]

بلکہ خود امیر [المؤمنین] عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس فیصلہ سے بھی آخر میں رجوع فرمایا- چنانچہ حافظ ابوبکر اسمٰعیلی کتاب مسند عمر میں حدیث لاتے ہیں-

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا نَدِمْتُ عَلٰى شَيْءٍ نَدَامَتِي عَلٰى ثَلَاثٍ: اَنْ لَّا اَكُوْنَ حَرَّمْتُ الطَّلَاقَ، وَعَلٰى اَنْ لَّا اَكُوْنَ اَنْكَحْتُ الْمَوَالِيَ، وَعَلٰى اَنْ لَّا اَكُوْنَ قَتَلْتُ النَّوَائِحَ -

امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کسی چیز پر اتنا نادم نہیں ہوا جتنا کہ تین چیزوں پر ہوا کاش میں طلاق کو حرام نہ کرتا اور لونڈیوں کی شادی نہ کرواتا اور نوحہ کرنے والی عورتوں کو قتل نہ کرواتا-

(إغاثة اللهفان لابن القيم ص: 351، ج:1)

قارئین

طلاق فی نفسہ ایک مباح فعل ہے اگر چہ وہ لوگ کثرت سے طلاقیں دے رہے تھے' اور اس سے ایک بہت بڑا فتنہ شروع ہو گیا تھا' اور امیر المؤمنین نے ان کی تنبیہ کے لئے یہ قدم اٹھایا؛ تاہم آپ نے اس پر بھی [اس طرح] ندامت کا اظہار کیا [کہ] جو چیز ایک مباح تھی' اگر چہ وہ شرارت کا سبب بن گئی' تاہم مجھے یہ حق نہیں تھا کہ ایسا قدم اٹھاؤں جس سے ایک مباح چیز جس کی اللہ نے رخصت دی ہے وہ ممنوع ہو جائے- امیر المؤمنین تو شرعی معاملات میں اپنے دخل دینے سے اس قدر خائف تھے- اگر چہ اس میں افادیت کے کئی پہلو موجود بھی ہوں پھر بھی ایسے قدم اٹھانے پر نادم ہو جاتے تھے- پھر جب خود فیصلہ کرنے والا اپنے فیصلہ پر نادم ہے تو پھر اس کا سہارا لے کر ایک صریح اور واضح حکم [کو] جو کہ حدیث میں مذکور ہو اس کے خلاف مذہب بنانا کسی طرح جائز نہیں-

[امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دیگر بعض انتظامی اور تعزیری فیصلے]

ایضاً امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے ایسے کئی اقدام ہیں جو انتظام کے طور پر تھے- مثلاً:

[1] شرابی کا گھر جلانا (کتاب الأموال لأبی عبید القاسم ابن سلام ص: 102 وما بعدھا)

[2] اسی طرح جب لوگ شراب سے باز نہیں آ رہے تھے تو اسکی سزا چالیس سے بڑھا کر اسی (80) کوڑوں تک کر دی اور بعض کو ملک بدر کیا-

[3] کوفہ کے گورنر سعد رضی اللہ عنہ کی جگہ کو جلانا اس لئے کہ رعیت والوں سے وہ پردہ میں تھے- (إغاثة اللھفان ج: 1 ص: 348-349)-

ایسے اور کئی ان کے اقدامات ہیں اسی طرح طلاق کے مسئلہ میں بھی آپ نے انتظام کے طور پر ایک قدم اٹھایا مگر پھر اس پر ندامت کی یہ صریح دلیل ہے کہ وہ قدم اگر چہ شرعی نہیں تھا تاہم اس کو غلط سمجھنے لگے- لہذا رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کا فیصلہ ہی مسلمانوں کے لئے باعث ہدایت اور رحمت ہے-

دوسری حدیث

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: طَلَّقَ رُكَانَةُ بْنُ عَبْدِيَزِيْدَ اَخُوْبَنِيْ مُطَّلِبٍ اِمْرَاَتَهُ ثَلَاثًافِيْ مَجْلِسٍ وَّاحِدٍ فَحَزِنَ عَلَيْهَا حُزْنًا شَدِيْدًا- قَالَ: فَسَاَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ طَلَّقْتَهَا؟

قَالَ: طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا- قَالَ: فَقَالَ: فِيْ مَجْلِسٍ وَّاحِدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: فَاِنَّمَا تِلْكَ وَاحِدَةٌ فَارْجِعْهَا اِنْ شِئْتَ- قَالَ: فَرَجَعَهَا- فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَرٰى اِنَّمَا الطَّلَاقُ عِنْدَ كُلِّ طُهْرٍ-

(مسند أحمد ج:1ص:265)

ابن عباس رضی اللہ عنھما سے مروی ہے کہ رُکانہ بن عبد یزید جو کہ بنی مطلب کے بھائی تھے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں پس بہت غمزدہ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ کس طرح تو نے طلاق دی ہے؟ تو رُکانہ نے کہا کہ تین طلاقیں میں نے دی ہیں- تو آپ نے فرمایا: کہ ایک ہی مجلس میں؟ تو رکانہ نے کہاہاں- پس آپ نے فرمایا کہ یہ تو ایک ہی طلاق ہوئی اگر تو چاہے تو رجوع کرلے- پس رُکانہ نے رجعت کرلی- پس ابن عباس رضی اللہ عنھما کی تحقیق یہ تھی کہ طلاق الگ ہرایک طہر میں ہونی چاہئے-

تصحیح حدیث

[1] اس حدیث کو امام احمد اور امام ترمذی صحیح کہتے ہیں-(اعلام الموقعین لابن القیم ج:4 ص:350طبع مصر)-

[2] نیز حافظ ابوعبداللہ المقدسی اپنی کتاب مختارات میں لائے ہیں- اور یہ کتاب امام حاکم کی کتاب مستدرک سے بھی زیادہ صحیح ہے-

[3] اور اسی طرح امام ابن اسحٰق کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے جب ہی تو اسے موافق فتویٰ دیا ہے-(إغاثه اللهفان ج:1ص:305)

[4] اور حافظ ابن حجر فتح الباری ج:9ص:362 مطبع سلفیہ میں فرماتے ہیں: اَخْرَجَهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ يَعْلٰى وَصَحَّحَهُ- یعنی اس روایت کو امام احمد کے علاوہ امام ابویعلی نے بھی روایت کیا ہے اور انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے- پھر جو اس پر اعتراض ہوئے ہیں حافظ صاحب ان کے جوابات دے کر پھر فرماتے ہیں

کہ ویقوی حدیث ابن اسحاق المذکور ما أخرجه مسلم الخ یعنی صحیح مسلم والی حدیث (یعنی پہلی حدیث) اس روایت کو قوی بناتی ہے۔

[5] اس طرح شوکانی نے بھی نیل الاوطار (ج:6 ص:246) میں اس کو صحیح ثابت کیا ہے۔

[محمد بن اسحٰق رحمہ اللہ پر اعتراض اور اس کا جواب]

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس کی سند میں محمد بن اسحاق راوی ہے جو غیر ثقہ ہے مگر یہ اعتراض غلط ہے بڑے بڑے محدثین نے اس کی توثیق کی ہے اور امام ابوزرعہ دمشقی فرماتے ہیں: اَجمَعَ الکُبَرَاءُ مِنْ اَهلِ العِلمِ عَلَى الاَخذِ عَنْهُ ۔یعنی بڑے بڑے علماء ابن اسحاق سے روایتیں لینے پر متفق ہیں۔اور ابن البرقی کہتے ہیں: لَمْ اَرَ اَهلَ الحَدِیثِ یَختَلِفُونَ فِی ثِقَتِهِ ۔یعنی علماء حدیث کو میں نے ابن اسحٰق کے ثقہ ہونے میں اختلاف کرتے ہوئے نہیں دیکھا (التھذیب ج:9 ص:46-47)

[علماء احناف کی طرف سے محمد بن اسحٰق کی توثیق]

بلکہ علماء حنفیہ نے تو بڑی شدومد سے انہیں ثقہ کہا ہے۔

[1] چنانچہ ابن ہمام فتح القدیر شرح ھدایہ (ج:1 ص:301) میں فرماتے ہیں۔

اَمَّا ابْنُ اِسْحَاق فَثِقَةٌ ثِقَةٌ لَا شُبهَةَ عِندَنَا فِیْ ذٰلِكَ وَلَا عِندَ مُحَقِّقِی الْمُحَدِّثِیْن۔

محمد بن اسحاق ثقہ ہے، ثقہ ہے، اس میں نہ ہم کو شک ہے نہ محقق محدثین کو۔

[2] اور علامہ عینی عمدة القاری شرح البخاری (ج:7 ص:270 طبع المنیریه) میں فرماتے ہیں۔

اِبْنُ اِسْحَاقَ مِنَ الثِّقَاتِ الْکِبَارِ عِندَ الْجُمْهُوْرِ ۔

جمہور کے نزدیک ابن اسحٰق بڑے ثقات میں سے ہے۔

اسی طرح

[3] کبیری شرح منیة المصلی (ص:233)۔

[4] سعایه شرح الوقایه مصنفه لکھنوی (ج:1 ص:372)، نصب الرایة للزیلعی الحنفی (ج:1 ص:107)۔

[5] مرقاة لملا علی قاری (ج:2' ص:137) وغیرہ میں اسکی توثیق مذکور ہے۔

یہ روایت اپنے باب میں بالکل واضح ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا فیصلہ ہے کہ یہ یعنی جو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی گئی ہیں ایک ہی طلاق ہے' اور پھر آپ نے اس [رُکانہ صحابی رضی اللہ عنہ] کو رجوع کرنے کا اختیار دے دیا۔ اس لئے ان لوگوں کا یہ کہنا غلط ہوا کہ تین طلاقیں ہو گئیں اور رجوع نہیں ہو سکتا۔ کیا اب انکی یہ بات فیصلہ نبوی ﷺ کے بعد قابل التفات ہے؟ حَاشَاوَ کَلَّا۔ اور پھر اس حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ رُکانہ [رضی اللہ عنہ] نے اپنی بیوی کو لوٹایا اور واپس گھر میں آباد کیا۔

حافظ ابن حجر فتح الباری (ج:9' ص:362) میں اس حدیث کو لا کر فرماتے ہیں۔

وَهٰذَا الْحَدِيْثُ نَصٌّ فِي الْمَسْئَلَةِ لَا يَقْبَلُ التَّاوِيْلَ۔

یہ حدیث اس مسئلہ میں بالکل نص صریح ہے کسی قسم کی تاویل کی اس میں گنجائش نہیں ہے۔

اور مذکورہ بالا دونوں حدیثوں کو ابن قیم نے إغاثة اللهفان (ج:1 ص:302) میں صحیح کہا ہے۔

تیسری حدیث

مصنف عبدالرزاق (ج:6 ص:391) میں ہے۔

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ بَعْضُ بَنِيْ رَافِعٍ عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ طَلَّقَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِمْرَأَتَهٗ ثَلَاثًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّرَاجِعَهَا قَالَ اِنِّيْ قَدْ طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ وَقَرَاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ الآية۔ قَالَ فَارْتَجَعَهَا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں آپ نے اس کو رجوع کرنے حکم فرمایا' اس نے کہا کہ میں نے تین طلاقیں دی ہیں' آپ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں اور یہ آیت پڑھی کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت میں دیا کرو۔ [عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں] پس اس نے اپنی بیوی کو واپس کیا۔

[صحتِ حدیث]

اس روایت میں ایک روای بعض بنی رافع بظاہر نامعلوم ہے' لیکن حافظ ابن حجر نے تہذیب (ج:12 ص:387) اور تقریب (ص:650 [طبع] مع حاشیہ امیر علی حنفی) میں بیان کیا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ فضل بن عبداللہ بن ابی رافع مدنی ہے' اور وہ راوی مشہور ہے جس کو ابن حبان نے ''کتاب الثقات'' (ج:5 ص:295 مطبوع ج:2 ص:192 قلمی) میں ذکر کیا ہے' اور حافظ ذہبی نے الکاشف (ج:2 ص:382) میں اس کے متعلق فرمایا ہے کہ ''وُثِّـــق'' یعنی اسکی توثیق کی گئی ہے' اور تقریب التھذیب (ص:416) میں ہے کہ ''مَقْبُوْلٌ''۔

گویا کہ یہ حدیث شہادت اور تائید کے لئے نہایت کافی ہے' یہ روایت ابوداؤد (ص:498) میں بھی ہے۔

یہ آیتِ کریمہ [﴿يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ الآیة۔] سورۃ الطلاق کے شروع میں ہے۔ اس میں صاف ظاہر ہے کہ طلاق عدت میں ہونی چاہئے یعنی کہ ہر ایک طھر میں الگ الگ ہونی چاہئے جیسا کہ حدیث سابقہ سے اور قول ابن عباس سے ظاہر ہوا پس اس شخص کو آپ (ﷺ) نے اس آیت کے تحت رجوع کروایا۔ ثابت ہوا کہ تین طلاقیں ایک مجلس میں ایک شمار ہونگی گویا کہ اس باب میں قرآن مجید سے یہ دوسری دلیل ہے۔

چوتھی حدیث

سَــالَ اَبُــو الْـجَـوْزَاءِ ابْنَ عَبَّـاسٍ هَلْ عَـلِـمْـتَ اَنَّ الثَّلَاثَ كَانَتْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبِىْ بَكْرٍ وَعُمَرَ تُرَدُّ إِلَى الْوَاحِدَةِ قَالَ نَعَمْ۔
(سنن الدارقطنی ج:2 ص:56)

ابو الجوزاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپکو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں تو کہا ہاں۔

[حدیثِ مذکورہ کی استنادی حیثیت]

یہ روایت مستدرک حاکم میں مروی ہے اور اس کو صحیح کہا گیا ہے اگر چہ اس کی سند [میں] ایک راوی عبداللہ بن مؤمل مکی ہے' اس کے متعلق تقریب التھذیب میں لکھا ہے کہ: ضَـعِيْفُ الْـحَـدِيْـثِ۔ مگر

شہادت وتائید کے لئے ایسی روایتیں کام آجاتی ہیں اور اصل اعتماد مذکورہ احادیث صحیحہ پر ہے۔

پانچویں حدیث

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذَا قَالَ اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا بِفَمٍ وَّاحِدٍ فَهِيَ وَاحِدَةٌ ۔

(ابو داؤد ج: 1 ص: 299)

ابن عباس نے فرمایا جب کوئی تین طلاقیں بِـفَـمٍ وَاحِـدٍ کہہ دے تو وہ ایک طلاق ہوگی۔ یعنی ایک ہی بولی سے تین طلاقیں دیدیں تو وہ ایک ہی ہوگی۔

صحتِ حدیث

بقول حافظ ابن قیم اس کی سند بخاری کی شرط پر ہے۔ (عون المعبود ج: 2 ص: 227)

یہ حدیث اگرچہ لفظاً موقوف ہے اور صحابی کا قول ہے مگر حکماً مرفوع ہے کیونکہ اس میں اجتہاد کا کوئی مساغ یا دخل نہیں ہے بلکہ [صحابی کا] ایسا قطعی فیصلہ، نبوی فیصلہ پر موقوف ہوتا ہے۔

اور اگر صرف اس کو موقوف قرار دے دیں تو بھی مذکورہ بالا مرفوع احادیث کی اس سے زبردست تائید ہوتی ہے، کیونکہ یہی صحابی ابن عباس رضی اللہ عنہما ان احادیث کے راوی اور ناقل اور انہی کے موافق فتویٰ دے رہا ہے۔

ایک طرف ان احادیث کی تقویت اور صحت معلوم ہوتی ہے تو دوسری طرف یہ بھی واضح ہوا کہ ان احادیث میں کسی تاویل کی مجال نہیں بلکہ ان میں صریحًا یہ حکم ہے کہ ایک ہی مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی واقع [ہونگی] اور یہ حکم محکم ہے منسوخ نہیں۔ کیونکہ قاعدہ مشہور ہے کہ اَلرَّاوِيُ اَدْرٰی بِمَرْوِيِّهٖ۔

[احناف کے دعوی اجماع کی حقیقت]

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ [کے] اس فتویٰ سے [ان لوگوں کی] یہ بات بھی غلط ہوگئی جو کہتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں تین ہی شمار ہونگی، اس پر اجماع ہوگیا ہے، کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ 68ھ میں فوت ہوئے یعنی خلیفۂ رابع علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بھی بیس سال سے زیادہ زندہ رہے کیونکہ ان کی وفات 40ھ میں ہوئی (الإصابة لابن حجر ج: 2 ص: 326 ج: 2 ص: 503) پس یہ جو امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تین نافذ کرنے کا فیصلہ ہوا اگرچہ وہ سیاسی تھا شرعی نہ تھا کما تقدم

جیسا کہ پہلے بیان ہوا' تاہم اس وقت بھی صحابہ رضوان اللہ علیہم کا اجماع نہ تھا' چونکہ ابن عباس کی مخالفت تھی' اس کے علاوہ اور بھی کئی صحابہ اس [ایک وقت کی تین طلاق کے ایک ہونے] کے قائل ہیں۔

فتح الباری (ج:9 ص:363 میں) ہے "نُقِلَ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ مِثْلُهٗ" یعنی ان چار جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ پس اجماع کا دعویٰ غلط ہے' بلکہ اس کے خلاف تین کے ایک ہونے کا فیصلہ پہلے متفقہ ہو چکا تھا جیسا کہ پہلی حدیث سے معلوم ہوا' اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہی فیصلہ تھا' اور تین کو نافذ کرنے کا فیصلہ بعد کا حادث اور نیا ہے' اس سے پہلے ایک ہونے پر اتفاق تھا۔

علامہ ابن قیم [رحمہ اللہ] فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا اَقْوَالُ الصَّحَابَةِ فَيَكْفِيْ كَوْنُ ذٰلِكَ عَلٰى عَهْدِ الصِّدِّيْقِ' وَمَعَهٗ جَمِيْعُ الصَّحَابَةِ' لَمْ يَخْتَلِفْ عَلَيْهِ مِنْهُمْ اَحَدٌ۔ وَلَا حُكِيَ فِيْ زَمَانِهٖ الْقَوْلَانِ۔ حَتّٰى قَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ: اِنَّ ذٰلِكَ اِجْمَاعٌ قَدِيْمٌ وَّاِنَّمَا حَدَثَ الْخِلَافُ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' وَاسْتَمَرَّ الْخِلَافُ فِي الْمَسْاَلَةِ اِلٰى وَقْتِنَا هٰذَا ۔ كَمَا سَنَذْكُرُهٗ ۔
(إغاثة اللهفان ج:1 ص:307)

"(ایک مجلس میں تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں) اسکے متعلق صحابہ سے ثبوت کے بارے میں اتنا ہی کافی ہے کہ یہ فیصلہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نافذ تھا اور سارے صحابہ ان کے ساتھ تھے کسی نے اختلاف نہیں کیا نہ کسی سے کوئی دوسرا قول منقول ہے حتی کہ بعض علماء کا تو یہ کہنا ہے کہ یہ پرانا اجماع ہے اور اختلاف بعد میں پیدا ہوا۔ یعنی خلیفہ ثانی کے زمانہ میں اور وہ اختلاف اب تک باقی ہے۔ جیسا کہ ہم آگے ذکر کریں گے"

پھر آگے حافظ [ابن قیم رحمہ اللہ] موصوف اختلاف کی نوعیت یوں بیان کرتے ہیں کہ امام داؤد اور ان کے ساتھیوں نے یہ اختیار کیا ہے کہ اس طرح کی تین ایک ہی طلاق ہے اس طرح کئی علماء نے اس اختلاف کو ذکر کیا ہے۔ چنانچہ امام طحاوی نے "اختلاف العلماء" میں اور "تهذيب الآثار" میں اور ابو بکر جصاص رازی نے "أحكام القرآن" میں اسی طرح امام ابن المنذر' امام ابن جریر اور امام محمد بن نصر مروزی نے بھی اختلاف کا ذکر کیا ہے۔

پھر فرماتے ہیں:-

وَحَكَاهُ مِنَ الْمُتَأَخِّرِيْنَ الْمَازِرِيُّ فِيْ كِتَابِ الْمُعْلَمِ وَحَكَاهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُقَاتِلٍ مِنْ اَصْحَابِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَهُوَ مِنْ اَجَلِّ اَصْحَابِهِمْ، مِنَ الطَّبَقَةِ الثَّالِثَةِ مِنْ اَصْحَابِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فَهُوَ اَحَدُ الْقَوْلَيْنِ فِيْ مَذْهَبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَحَكَاهُ التِّلْمِسَانِيُّ فِيْ شَرْحِ التَّفْرِيْعِ فِيْ مَذْهَبِ مَالِكٍ قَوْلًا فِيْ مَذْهَبِهِ، بَلْ رِوَايَةً عَنْ مَالِكٍ وَّحَكَاهُ غَيْرُهُ قَوْلًا فِي الْمَذْهَبِ، فَهُوَ اَحَدُ الْقَوْلَيْنِ فِيْ مَذْهَبِ مَالِكٍ وَّاَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَحَكَاهُ شَيْخُ الْاِسْلَامِ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ اَحْمَدَ وَهُوَ اِخْتِيَارُهُ وَاَسْوَءُ اَحْوَالِهِ اَنْ يَّكُوْنَ كَبَعْضِ اَصْحَابِ الْوُجُوْهِ فِيْ مَذْهَبِهِ كَالْقَاضِيْ وَاَبِي الْخَطَّابِ وَهُوَ اَجَلُّ مِنْ ذٰلِكَ فَهُوَ قَوْلٌ فِيْ مَذْهَبِ اَحْمَدَ بِلَاشَكٍّ-

(إغاثة اللهفان ج:1ص:307-308)

علامہ مازری نے "کتاب المعلم" میں اختلاف[نقل] کیا ہے اور نیز محمد بن مقاتل سے یہ قول نقل کیا ہے جو کہ امام ابوحنیفہ کے خاص ساتھیوں میں سے ہیں پس امام صاحب کے مذہب میں یہ بھی ایک قول ہے اور علامہ تلمسانی نے "شرح التفریع" میں امام مالک کے مذہب میں ایک قول نقل کیا ہے بلکہ امام مالک سے روایت نقل کی ہے- اس طرح ان دونوں اماموں مالک اور ابوحنیفہ کے مذہب میں یہ ایک قول ہے اور شیخ الاسلام (امام ابن تیمیہ) جو کہ کم از کم اصحاب الوجوہ فی المذہب کے درجہ پر ہیں انہوں نے بھی یہی اختیار کیا ہے اور امام احمد کے بعض ساتھیوں سے بھی نقل کیا ہے پس حنبلی مذہب میں بھی ایک قول ہے-

اور فتح الباری (ج:9ص:363 [طبع] سلفیہ) میں ہے-

وَنَقَلَ الْغَنَوِيُّ عَنْ جَمَاعَةٍ مِّنْ مَّشَائِخِ قُرْطُبَةَ كَمُحَمَّدِ بْنِ تَقِيِّ بْنِ مَخْلَدٍ وَّ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالسَّلَامِ الْخُشَنِيِّ وَغَيْرِهِمَا وَنَقَلَهُ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ اَصْحَابِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَعَطَاءٍ وَطَاؤُسٍ وَّعَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ-

علامہ غنوی نے یہی فیصلہ قرطبہ کے مشہور علماء محمد بن تقی بن مخلد اور محمد بن عبدالسلام خشنی وغیرھما سے بھی نقل کیا ہے اور تابعین میں سے ابن عباس رضی اللہ عنھما کے شاگرد عطاء بن ابی رباح، طاؤس اور عمرو بن دینار سے بھی نقل کیا ہے-

پس یہ دعویٰ کہ بیک وقت تین طلاقوں کو تین شمار کرنے پر اجماع ہے غلط ثابت ہوا بلکہ مسئلہ اختلافیہ رہا-

[اختلاف کی صورت میں حکم]

اور اختلاف کی صورت میں یہ حکم ہے کہ:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾

(النساء)[پ:5'آیت:59]

پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کی طرف حوالہ کرلیا کرو اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ امور سب بہتر ہیں اور انکا انجام خوشتر ہے۔

(بیان القرآن تھانوی ج:1 ص:181)

اور حافظ ابن کثیر اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

فَدَلَّ عَلٰى اَنَّ مَنْ لَّمْ يَتَحَاكَمْ فِيْ مَحَلِّ النِّزَاعِ إِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَلَا يَرْجِعُ إِلَيْهِمَا فَلَيْسَ مُؤْمِنًا بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

(تفسیر ابن کثیر ج:1 ص:518)

اس آیت میں دلیل ہے کہ [جو شخص] اختلاف کے وقت قرآن و حدیث کی طرف فیصلہ نہیں لایا اور ان کے حکم کے طرف رجوع نہیں کیا تو وہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والا نہیں ہے۔

[رجعی طلاق میں دورانِ عدت رجوع]

اور قرآن و حدیث سے اوپر ثابت ہوا' اور یہ فیصلہ ظاہر ہوا کہ بیک وقت تین طلاقیں ایک ہی واقع ہوگی اور وہ رجعی ہے اور عدت کے اندر خاوند رجوع کرسکتا ہے۔فرمان الٰہی ہے کہ:

﴿وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ إِنْ اَرَادُوْا إِصْلَاحًا﴾

(البقرۃ)[پ:2 آیت:228]

اور ان عورتوں کے شوہر ان کے پھر لوٹانے کا حق رکھتے ہیں اس عدت کے اندر بشرطیکہ اصلاح کا قصد رکھتے ہوں (بیان القرآن تھانوی ج:1 ص:73)

اور عدت کی مدت اس آیت کے شروع میں بیان ہے کہ:

﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ﴾ (البقرۃ)[پ:2'آیت:228]

مطلقہ عورتیں تین قروء تک انتظار کریں۔

اور قروء سے مراد حیض ہو یا طھر بہر حال تین مہینہ تک عدت ہو گی اس اثناء میں رجوع کر سکتا ہے۔

[پہلی یا دوسری بار کی طلاق پر عدت گزرنے کی صورت میں تجدید نکاح]

لیکن اگر عدت گزر گئی اس کے بعد ان کی آپس میں صلح ہوتی ہے اور نیکی اور اصلاح کے ساتھ آباد ہونا چاہتے ہیں تو پھر نیا نکاح کر کے رہ سکتے ہیں چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے کہ:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ﴾ (البقرۃ)[پ:2:آیت:232]

اور جب تم میں سے ایسے لوگ پائے جائیں کہ وہ اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں پھر وہ عورتیں اپنی میعاد بھی پوری کر چکیں تو تم ان کو اس امر سے مت روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں جب کہ باہم سب رضامند ہو جائیں۔ قاعدے کے موافق۔ (بیان القرآن: ج1 ص:747)

اور یہ حکم دو مرتبہ طلاق تک ہے۔

[تیسری بار کی طلاقِ مغلظہ کے بعد رجوع کا حکم]

تیسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد اب رجوع نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ وہ طلاق مغلظہ ہو چکی' صرف ایک صورت ہے کہ وہ عورت عدت کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے' وہ اتفاق سے مر جائے یا کسی مجبوری کی بناء پر طلاق دیدے' اور وہ مغلظہ ہو جائے' اور قابل رجوع نہ رہے تو وہ [عورت] عدت گزارنے کے بعد پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے فرمان الٰہی ہے کہ:

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ (البقرۃ)[پ:2آیت:229]

طلاق دو مرتبہ ہے پھر خواہ رکھ لینا قاعدہ کے موافق' خواہ چھوڑ دینا خوش عنوانی کے ساتھ۔ (بیان القرآن ج:1 ص:73)

نیز ایک حدیث میں آیا ہے کہ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں طلاق دو مرتبہ ہونے کا ذکر کیا ہے اور تیسری کا کہاں ذکر ہے تو جواب میں فرمایا کہ آیت کا حصہ ﴿أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ یہ تیسری طلاق ہے (تفسیر ابن کثیر ج:1 ص:273)

بحواله ابن أبي حاتم' و عبد بن حميد' وأحمد' وسعيدبن منصور من رواية أبي رزين الأسدي مرسلا' ومن حديث أنس بن مالك رضي الله عنه موصولاً' اورموصول روایت سنن دارقطنی (ص:426 طبع ہند) میں بھی ہے۔اور علامہ ابن الترکمانی الحنفی الجوہرالنقی (ج:7 ص:340 فی ذیل السنن الکبریٰ للبیہقی) میں امام ابن القطان سے موصول حدیث کا صحیح ہونا نقل کرتے ہیں۔

اور تیسری طلاق کے بعد یہ حکم ہے کہ:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ وَ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾

(البقرہ)[پ:2-آیت:230]

پھر اگر کوئی طلاق دیدے عورت کو تو پھر وہ اس کیلئے حلال نہ رہے گی اسکے بعد یہاں تک کہ وہ اسکے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ نکاح کرے پھر اگر یہ اسکو طلاق دے دے تو ان دونوں پر اس میں کچھ گناہ نہیں بدستور پھر مل جائیں بشرطیکہ دونوں غالب گمان رکھتے ہوں کہ خداوندی ضابطوں کو قائم رکھیں گے اور یہ خداوندی ضابطے ہیں حق تعالیٰ انکو بیان فرماتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے جو دانشمند ہیں۔

(بیان القرآن ج:1 ص:44)

یہ حکم تیسری طلاق کے بعد ہے کیونکہ آیت ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ اس سے پہلے ہے جس میں دو طلاقوں کا حکم بیان ہے اور یہاں فرمایا ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا﴾ یعنی "اگر خاوند ثانی طلاق دے دے" یہ جملہ واضح کرتا ہے کہ وہ اس کی مرضی پر ہے کہ طلاق دے یا نہ دے۔

[مروجہ حلالہ کی شرعی حیثیت]

لیکن نکاح ثانی اس خیال سے کرانا کہ وہ شادی کے بعد طلاق دے دے اور اس سے ایسی شرط کرنا جس کو حلالہ کہا جاتا ہے یہ ایک حرام اور ملعون فعل ہے چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ

(ترمذی ج:1 ص:133)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے اور کرانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

امام ترمذی[رحمہ اللہ]اس حدیث کو لا کر فرماتے ہیں۔

هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .... وَقَدْرُوِیَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِوَجْهٍ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو وَغَيْرُهُمْ وَهُوَقَوْلُ الْفُقَهَاءِ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ وَسَمِعْتُ الْجَارُوْدَ يَذْكُرُ عَنْ وَكِيْعٍ اَنَّهٗ قَالَ: بِهٰذَا وَقَالَ يَنْبَغِيْ اَنْ يُرْمٰى بِهٰذَا الْبَابِ مِنْ قَوْلِ اَصْحَابِ الرَّأْيِ۔

یعنی یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس پر علماء صحابہ کا عمل ہے مثلاً عمر فاروق رضی اللہ عنہ' عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور یہی قول فقہاء تابعین کا اور ائمہ حدیث سفیان الثوری' عبداللہ بن المبارک' شافعی' احمد بن حنبل' اسحاق بن راہویہ' اور وکیع بن جراح کا ہے' بلکہ وکیع نے کہا کہ اہل الرائے کا حلالہ کے جواز کا قول پھینک دینے کے قابل ہے۔

اسی طرح اس حدیث کو ابن قطان نے بھی صحیح کہا ہے' اور ابن دقیق العید نے شرط بخاری پر کہا ہے (التلخیص الحبیر ج:3 ص:170)۔

اور امام ترمذی اس باب میں جابر بن عبداللہ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی حدیثیں بھی[لائے] ہیں۔

نیز مسند احمد میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی ہے' اس کے راوی سب ثقات ہیں' اور امام بخاری نے اس کو حسن کہا ہے۔

اور ابن ماجہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عقبہ بن عامر کی حدیثیں ہیں۔(إغاثة اللهفان ج:1 ص:277-288)۔

اور معجم الصحابہ لابن قانع میں عمر اللیثی کی حدیث بھی ہے (التلخیص الحبیر ص:171' ج:1)۔اس کی سند میں قدرے ضعف ہے مگر شہادت وتائید کے لئے کام دے سکتی ہے۔

[مروجہ حلالہ پر لعنت کی احادیث متواتر ہیں]

اور کثرت طرق کی بناء پر علامہ عبدالعزیز الغماری نے (إتحاف ذوی الفضائل المشتهرة ص:110) میں اس کو متواتر کہا ہے۔

پس جو فعل ایسا برا ہو جس کے کرنے اور کرانے والے دونوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لعنت بھیجیں وہ ہرگز جائز نہیں ہوسکتا ہے۔

علامہ امیر یمانی صاحب سبل السلام (ص:126 ج:3) میں ابن مسعود کی حدیث کے تحت فرما تے ہیں:

وَالْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلَى تَحْرِيمِ التَّحْلِيلِ لِأَنَّهَا لَا يَقُومُ اللَّعْنُ إِلَّا عَلَى فَاعِلِ الْمُحَرَّمِ وَكُلُّ مُحَرَّمٍ مَنْهِيٌّ عَنْهُ وَالنَّهْيُ يَقْتَضِي فَسَادَ الْعَقْدِ (اھ)۔

یہ حدیث حلالہ کے حرام ہونے پر دلیل ہے کیونکہ لعنت اس شخص پر ہوسکتی ہے جو حرام کام کا مرتکب ہو اور حرام کام ممنوع ہوتا ہے اور اسکا ممنوع ہونا دلیل ہے اس پر کہ اس قسم کا عقد اور نکاح فاسد اور باطل ہے۔

[مروجہ حلالہ کے متعلق صحابہ کا موقف]

بلکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:۔

كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا سَفَاحًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ہم اس (حلالہ) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زنا شمار کرتے تھے۔

(المستدرك للحاكم ص:199 ج:2)

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا: "كُنَّا" (ہم صحابہ) یہ اجماع صحابہ پر دلالت کرتا ہے۔

جیسا کہ اصول فقہ کی کتاب" فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت (ص:162 ج:2) فی ذیل المستصفی للغزالی "میں مذکور ہے' اس کا مطلب ہے کہ سارے صحابہ حلالہ کو زنا سمجھتے تھے۔

[مروجہ حلالہ کے متعلق امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ]

اور امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ حلالہ کرنے اور کرانیوالے دونوں کو رجم کی سزا دینے کے قائل تھے۔(مصنف ابن أبی شیبہ ص:294' ج:4)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے کو تیس مستعار یعنی عاریۃً لایا ہوا [سانڈ] بکرا کہا ہے (المستدرک للحاکم ص:199' ج:2)

اور علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی نے تخریج احادیث اصول البزدوی (ص:17) میں اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَة وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ (1ھ)۔

[مروجہ حلالہ کے متعلق شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا فیصلہ]

اور شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں۔

وَلَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے پر اور اس شخص پر جس کیلئے وہ حلالہ کرتا ہے لعنت کی ہے۔

اَقُولُ لَمَّا كَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّنْكِحُ لِمُجَرَّدِ التَّحْلِيلِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّقْصُدَ مِنْهَا تَعَاوُنًا فِي الْمَعِيْشَةِ' وَلَا يَتِمُّ بِذٰلِكَ الْمَصْلِحَةُ الْمَقْصُوْدَةُ' وَاَيْضًا فَفِيْهِ وَقَاحَةٌ وَّ إِهْمَالُ غَيْرَةٍ وَّ تَسْوِيْغُ اِزْدِحَامٍ عَلَى الْمَوْطُوْاَةِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّدْخَلَ فِيْهِ تَضَاعِيْفُ الْمُعَاوَنَةِ نَهٰى عَنْهُ

میں کہتا ہوں چونکہ بہت سے لوگ محض حلالہ کی غرض سے نکاح کرتے ہیں اور اس نکاح سے ان کی غرض معیشت میں معاونت کرنا نہیں ہوتا' اور اس سے وہ مصلحت پوری نہیں ہوتی جو نکاح سے مقصود ہے' اور نیز اس سے بے حیائی اور بے غیرتی ہے' اور بلا اس کے کہ معاونت میں کچھ زیادتی ہو ایک عورت پر' کئی مردوں کے جمع ہونے کو جائز رکھنا ہے اور اس لئے آپ نے اس سے منع فرمایا۔

(حجة الله البالغة ص: 139' ج:4 (نعمة الله السابغة ترجمة حجة الله البالغة مصنفه ابو محمد عبد الحق حقانی ص:400' ج:4 أصح المطابع) مطبع منيرية 'مصر)

الحاصل

حلالہ فعل ملعون اور بے غیرتی کا نتیجہ ہے علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین (ص: 54 تا 61' ج:3) میں اس پر طویل بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ حلالہ کا نکاح متعہ سے بھی بدتر ہے۔

اللہ تعالی مسلمانوں کو امن میں رکھے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

فتاویٰ
مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ
شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ
محمد افضل خلیل احمد الاثری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک مجلس کی تین طلاق اور مروّجہ حلالہ کے بارے میں

مفتی اعظم پاکستان محدّث العصر مولانا **سلطان محمود رحمہ اللہ تعالیٰ**-

کا فتویٰ

سوال- ایک شخص اپنی بیوی سے جھگڑتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے تجھے چھوڑا، چھوڑا، چھوڑا، چھوڑا، چھوڑا، تو میرے پر حرام ہے- اس کے بعد وہ کچھ لوگوں کے پوچھنے پر کہتا ہے کہ میں نے اسے چھوڑ دیا ہے- کیا مذکورہ صورت میں طلاق واقع ہوگئی ہے، اور کتنا؟ مکمل شرعی حکم بیان کیا جائے-

الجواب- مسئولہ صورت میں طلاق واقع ہوگئی ہے کیونکہ لفظ چھوڑا، اور تو میرے پر حرام ہے طلاق کے لیے مستعمل ہیں- جبکہ عورت کو خطاب کرکے کہے جائیں- البتہ الفاظ مذکورہ سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی- کیونکہ لفظ چھوڑا کا تکرار اور تو میرے پر حرام ہے، تاکیدی طور پر واقع ہوئے ہیں- کچھ لوگوں کے پوچھنے پر جو اس نے ''میں نے اسے چھوڑ دیا ہے،، کہا ہے وہ پہلی طلاق کی خبر دے رہا ہے، مزید طلاق نہیں دے رہا- اگر طلاق دینے والے نے الفاظ طلاق کے تکرار سے بالفرض تین طلاق کی نیت بھی کی ہو تو بھی شرعاً ایک طلاق واقع ہوگی- کیونکہ ایک مجلس کی دی ہوئی تین طلاق شرعاً ایک طلاق ہوتی ہے- قرآن پاک میں ہے-

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ﴾ (سورۃ البقرہ آیت نمبر 229)

یعنی طلاق دو بار ہے دو بار طلاق کے بعد رجوع کرے یا تیسری طلاق دے دے- اور مسئولہ صورت میں ایک بار طلاق ہوئی ہے، لہذا رجوع کر سکے گا- اسی قسم کا ایک واقعہ رسول اللہ ﷺ کے دور

میں ہوا، مسند احمد (جلد نمبر 1 ص 265) میں ہے:-

﴿عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: طَلَّقَ رُكَانَةُ بْنُ عَبْدِ يَزِيدَ اَخُوبَنِي مُطَّلِبِ اِمْرَأَتَهُ ثَلَاثاً فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ، فَحَزِنَ عَلَيْهَا حُزْناً شَدِيدًا – قَالَ: فَسَأَلَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ طَلَّقْتَهَا؟ قَالَ: طَلَّقْتُهَا ثَلَاثاً– قَالَ : فَقَالَ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ– قَالَ: فَإِنَّمَا تِلْكَ وَاحِدَةٌ فَارْجِعْهَااِنْ شِئْتَ– قَالَ: فَرَاجَعَهَا–﴾

(إِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ –فتح الباری شرح صحیح بخاری ج9 ص 362)

یعنی رُکانہ صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنی عورت کو تین طلاق دے دی، اور پھر بہت پچھتایا- رسول اللہ ﷺ نے اس سے دریافت کیا: تو نے کیسے طلاق دی؟ اس نے کہا تین طلاقیں- آپ ﷺ نے فرمایا: ایک مجلس میں؟ اس نے کہا: ہاں- آپ ﷺ نے فرمایا: تو یہ ایک ہے- اگر تم چاہو تو رجوع کرلو- چنانچہ حضرت رُکانہ رضی اللہ عنہ نے رجوع کرلیا-

نیز صحیح مسلم (جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 477) میں ہے- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ الطَّلَاقُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلٰثِ وَاحِدَةً–

یعنی حضرت ابن عباس –رضی اللہ عنہ– نے کہا، رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر –رضی اللہ عنہ– کے زمانہ میں اور شروع خلافت حضرت عمر –رضی اللہ عنہ– میں ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہوا کرتی تھی- لہذا مذکورہ صورت میں چونکہ ایک مجلس میں الفاظ طلاق مرد نے واقع کیے ہیں، لہذا شرعاً ایک طلاق رجعی ہوگی، دوسرے لوگوں کے پاس اس نے پہلی دی ہوئی طلاق کی خبر دی ہے- نئی طلاق واقع نہیں کی جیسا کہ الفاظ سوال سے واضح ہو رہا ہے- شخص مذکور عدت کے اندر رجوع کرسکتا ہے اور عدت گزر جانے کے بعد نکاح کے ذریعے عورت مرد ازدواجی تعلقات قائم کرسکتے ہیں-

هذا ما عندی والله أعلم بالصواب–

1400/1/27ھ

(2) سوال: — ایک مجلس میں تین طلاق دینے کی صورت میں کیا عورت کو حلالہ کرانا پڑے گا یا مرد کو رجوع کا حق حاصل ہے؟

الجواب: — مرد کو عدت کے اندر رجوع کا حق حاصل ہے، اور عدت کے بعد نکاح جدید باہمی رضامندی سے ہوسکتا ہے۔ حلالہ ایک غیر شرعی کام ہے، اور بے غیرتی کا رویہ، اس قسم کی بے ہودگی کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا۔

آیتِ قرآنی۔

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ﴾ (سورۃ البقرہ آیت: 230)

میں حکم ہے کہ اگر مرد دو 2 مختلف مواقع پر عورت کو طلاق دے چکا ہے جیسا کہ "اَلطَّلَاقُ مَرَّتَان"، میں بیان ہے، اس کے بعد وہ تیسری طلاق دے دیتا ہے تو وہ عورت اس کے لیے کبھی بھی حلال نہیں ہے، اِلّا یہ کہ وہ عورت دوسرے خاوند سے نکاح کرے، اس کا وہ خاوند مر جائے یا اتفاقاً وہ طلاق دے دے، پھر یہ عورت پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔

اگر کسی خاص منصوبہ کے تحت عورت نکاح اور دوسرا مرد مجامعت کرے تو یہ حلالہ مروّجہ ہے اور زنا کے حکم میں ہے۔ نہ ہی نکاح موقت شرعاً کوئی نکاح ہے۔ مؤطا امام مالك میں ہے۔ قَالَ مَالِكٌ فِي الْمُحَلِّلِ اِنَّهُ لَا يُقِيمُ عَلٰى نِكَاحِهِ ذٰلِكَ حَتّٰى يَسْتَقْبِلَ نِكَاحاً جَدِيْداً فَإِنْ اَصَابَهَا فِيْ ذٰلِكَ فَلَهَا مَهْرُهَا۔

(باب نكاح المحلل وما أشبهه ص 532 ج 2 طبع بتحقیق فؤاد عبدالباقی)

رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے اور کرانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

لہٰذا اس قسم کی بے غیرتی کا کام بالکل نہ کیا جائے حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ۔

(إبن ماجه ص: 139 – عن علي وابن عباس رضي الله عنهما)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب۔

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ تعالیٰ - کا فتویٰ

ایک کلمہ سے تین طلاق

اخبارالدعوۃ (سعودیہ) شمارہ نمبر 1006 جمع وترتیب شیخ محمد المسند - ترجمہ: محمد افضل الاثری

(346) قاری (اخبارالدعوۃ) نے دوسوال بھیجے ہیں ان میں کہتا ہے -

نمبر 1: - ایک مرد نے اپنی بیوی کو ایک کلمہ سے تین طلاق دے دی ہیں - اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: - جب مرد اپنی بیوی کو تین طلاق بایں کلمہ دے کہ "اَنْتِ طَالِقٌ بِالثَّلَاثِ"، تو تین طلاق والی ہے - یا کہتا ہے "مُطَلَّقَةٌ بِالثَّلَاثِ"، تو تین طلاق دی ہوئی ہے - تو جمہور اہل علم اس بات کی طرف گئے ہیں کہ وہ تین واقع ہو جائیں گی اور وہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہو جائیگی جب تک کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح رغبة (باقاعدہ مستقل زندگی گزارنے کی نیت سے نکاح) نہ کرلے - نہ کہ حلالہ والا نکاح، پھر وہ (دوسرا) مرد اس سے ہمبستر ہو، پھر وہ اُس عورت سے موت یا طلاق کے ذریعہ مفارقت کرلے - اور ان علماء نے دلیل اس سے لی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کو لوگوں پر نافذ کردیا تھا -

دوسرے اہل علم اس بات کی طرف گئے ہیں کہ وہ ایک طلاق ہوگی - اور جب تک عورت عدت میں ہے شوہر رجوع کرسکتا ہے - اگر عدت ختم ہوگئی تو تجدید نکاح سے یہ عورت اس کیلئے حلال ہوگی - ان علماء نے اس پر دلیل لی ہے جو صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے - فرماتے ہیں: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنھما قَالَ: كَانَ الطَّلَاقُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم وَعَهْدِ اَبِیْ بَكْرٍ - رضی اللہ عنه - وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ - رضی اللہ عنه - طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً - فَقَالَ عُمَرُ: اِنَّ النَّاسَ قَدِاسْتَعْجَلُوْا فِيْ اَمْرٍ كَانَتْ لَهُمْ فِيْهِ اَنَاةٌ فَلَوْا مَضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ فَاَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ - وفی روایة أخری لمسلم - اَنَّ اَبَاالصَّهْبَاءِ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ - رَضِیَ اللّٰهُ

عَنھُمَا-: اَلَمْ تَکُنِ الثَّلَاثُ تُجعَلُ وَاحِدَۃً فِی عَھْدِ النَّبِیِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَھْدِ أَبِی بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَ ثَلَاثِ سِنِینَ مِنْ عَھْدِ عُمَرَ- رضی اللہ عنہ- قَالَ: بَلٰی-

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اور عمر رضی اللہ عنہ کے (شروع کے) دورِ خلافت کے دو سالوں میں تین طلاق ایک ہوا کرتی تھی- عمر رضی اللہ عنہ نے کہا لوگ اس معاملہ میں جلدی کرنے لگے ہیں جس میں ان کو مہلت تھی- اگر اس کو ہم نافذ کر دیں تو! پس انہوں نے نافذ کر دیا-

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ ابوالصھبا نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد اور عمر رضی اللہ عنہ کے تین سالہ عہد میں تین طلاق ایک نہیں بنائی جاتی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں-

نیز ان علماء نے حجت پکڑی ہے جو امام احمد نے مسند میں عمدہ سند سے روایت کی ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے-

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھُمَا أَنَّ اَبَارُکَانَۃَ طَلَّقَ اِمْرَأَتَہُ ثَلَاثاً فَحَزِنَ عَلَیْھَا، فَرَدَّھَا عَلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: (اِنَّھَا وَاحِدَۃٌ)

کہ ابورُکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں پھر اس پر غمگین ہوا- پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس پر واپس کرا دیا اور فرمایا: وہ ایک ہوئی ہے-

اس حدیث اور اس سے پہلے والی حدیث کو ان علماء نے اس پر حمل کیا ہے کہ تین طلاق بیک کلمہ دی ہوں- جمع کرتے ہوئے ان دونوں حدیث اور اللہ عزوجل کے قول ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ (طلاق دو بار کی ہے) اور اللہ عزوجل کے قول ﴿فَاِنْ طَلَّقَھَا فَلَاتَحِلُّ لَہُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہُ﴾ الآیۃ (پس اگر اس عورت کو طلاق دے دی تو اس کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہ کر لے-) کے درمیان-

اور اسی بات کی طرف صحیح روایت میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ گئے ہیں- ایک اور روایت میں

اکثر کے قول کی طرف گئے ہیں-

اس (تین) کو ایک قرار دینے کا قول علی، عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر بن عوام- رضی اللہ عنھم اجمعین سے بھی مروی ہے- تابعین کی ایک جماعت، اور صاحب سیرت محمد بن اسحٰق اور اہلِ علم متقدمین و متأخرین بھی یہی کہتے ہیں-

شیخ الاسلام ابن تیمیہ- اور ان کے شاگرد علامہ ابن قیم رحمھما اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے-

وَهُوَ الَّذِيُ أُفْتِيُ بِهِ لِمَا فِيُ ذٰلِكَ مِنَ الْعَمَلِ بِالنُّصُوصِ كُلِّهَا وَلِمَا فِيُ ذٰلِكَ أَيُضاً مِنُ رَحُمَةِ الْمُسُلِمِيُنَ وَالرِّفُقِ بِهِمُ-

میں (ابن باز) بھی اسی بات کا فتوی دیتا ہوں اس لئے کہ اس میں تمام نصوص پر عمل ہے- اور اِس لئے بھی کہ مسلمانوں کیلئے اس میں رحمت اور نرمی ہے-

ابن باز، الدعوۃ 1006

الطلاق ثلاثا بكلمة واحدة

○ قاريء ارسل سؤالين يقول فيهما :

الاول : رجل طلق امراته ثلاثا بكلمة واحدة فما الحكم ؟ ابن باز

الجواب : اذا طلق الرجل امراته بالثلاث بكلمة واحدة كأن يقول لها انت طالق بالثلاث او مطلقة بالثلاث فقد ذهب جمهور أهل العلم الى انها تقع بها الثلاث على المراة وتحرم على زوجها بذلك حتى تنكح زوجا غيره نكاح رغبة لا نكاح تحليل ويطأها ثم يفارقها بموت أو طلاق واحتجوا على ذلك بأن عمر بن الخطاب رضي الله عنه امضاها على الناس وذهب أخرون من أهل العلم الى انها تعتبر طلقة واحدة وله مراجعتها ما دامت في العدة فان خرجت من العدة حلت له بنكاح جديد واحتجوا على ذلك بما ثبت في صحيح مسلم عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وعهد ابي بكر رضي الله عنه وسنتين من خلافة عمر رضي الله عنه طلاق الثلاث واحدة فقال عمر ان الناس قد استعجلوا في أمر كانت لهم فيه اناة فلو امضيناه عليهم فأمضاه عليهم وفي رواية اخرى لمسلم ان أبا الصهباء قال لابن عباس رضي الله عنهما ألم تكن الثلاث تجعل واحدة في عهد النبي صلى الله عليه وسلم وعهد ابي بكر رضي الله عنه وثلاث سنين من عهد عمر رضي الله عنه قال بلى واحتجوا ايضا بما رواه الامام أحمد في المسند بسند جيد عن ابن عباس رضي الله عنهما ان أبا ركانة طلق امراته ثلاثا فحزن عليها فردها عليه النبي صلى الله عليه وسلم وقال (انها واحدة) وحملوا هذا الحديث والذي قبله على الطلاق بالثلاث بكلمة واحدة جمعا بين هذين الحديثين وبين قوله تعالى « الطلاق مرتان » وقوله عز وجل « فان طلقها فلا تحل له من بعده حتى تنكح زوجا غيره » الآية . وذهب الى هذا القول ابن عباس رضي الله عنهما في رواية صحيحة عنه وذهب الى قول الاكثرين في الرواية الأخرى عنه ويروى القول بجعلها واحدة عن علي وعبد الرحمن بن عوف والزبير بن العوام رضي الله عنهم جميعا وبه قال جماعة من التابعين ومحمد بن اسحاق صاحب السيرة وجمع من اهل العلم من المتقدمين والمتأخرين واختاره شيخ الاسلام ابن تيمية وتلميذه العلامة ابن القيم رحمة الله عليهما وهو الذي افتى به لما في ذلك من العمل بالنصوص كلها ولما في ذلك ايضا من رحمة المسلمين والرفق بهم .

ابن باز الدعوة ١٠٠٦

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ تعالیٰ مفتی اعظم سعودی عرب کے اصل فتویٰ کا عکس

محترم جناب مفتی صاحب!

درج ذیل مسئلہ کے سلسلے میں آپ سے قرآن وحدیث کی روشنی میں رہنمائی چاہتا ہوں۔مسئلہ یہ ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو AFFADAVIT پر طلاق نامہ ارسال کیا لیکن فوری طور پر دوبارہ اس سے رجوع بھی کرلیا کیونکہ طلاق نامہ اسے کافی عرصہ کے بعد ملا اس لئے میں نے درمیان میں ایک اخبار میں اس کی تنسیخ کا اشتہار بھی جاری کرادیا تھا۔بیوی سے رجوع کرنے کے بعد (قریباً ایک سال بعد) کچھ احباب کی طرف سے یہ اعتراض لگایا گیا کہ چونکہ سرکاری کاغذ پر طلاق دیدی گئی ہے اس لئے تین طلاقیں ہوگئی ہیں۔میری آپ سے گذارش ہے کہ اس سلسلے میں واضح رہنمائی فرما کر یہ ابہام دور کریں کہ دورانِ مدت میرے رجوع کرنے سے معاملہ ازدواجی برقرار ہے یا نہیں؟ اور اس کی شرعی حیثیت کے اعتبار سے بھی روشنی ڈالئے۔دوسرا یہ کہ جب کے ایم سی کے آفس میں جا کر میں نے اس طلاق نامہ کی تنسیخ کا ثبوت پیش کیا تو انہوں نے بھی جواب دیا کہ جب دونوں فریقین راضی ہیں تو پھر نکاح برقرار ہے۔آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی مزید وضاحت فرما کر شکریہ کا موقع دیں تاکہ لوگوں کے اعتراضات بھی ختم ہوسکیں۔(ایک سائل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب ومنه الصدق والصواب۔مسئولہ صورت میں بالتزام وشرط صحتِ سوال ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے، اور سائل نے دورانِ عدت رجوع بھی کرلیا ہے لہذا دونوں کی ازدواجی زندگی حسبِ شریعت درست ہے۔سوالنامہ میں درج بعض امور پر وضاحتیں۔

(1) طلاق زبانی یا تحریری صورت میں دینے سے نافذ ہوجاتی ہے چاہے عورت تک پہنچے یا نہ پہنچے نیز چاہے ہنسی مذاق میں دیجائے یا پختہ ارادہ وعزم کے ساتھ جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ ہے۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ :النِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ۔(ترمذی۔ابوداؤد۔ابن ماجہ)

یعنی تین کام ہنسی مذاق یا پختہ ارادہ وقصد کے ساتھ جیسے بھی کئے جائیں ہوجائیں گے

نمبر 1 نکاح نمبر 2 طلاق نمبر 3 رجوع۔

اس حدیث کے بموجب اخبار میں تنسیخ کا اشتہار دینے کی ضرورت نہیں رہ جاتی، البتہ رجوع کا حق مرد کو رجعی طلاق کی صورت میں حاصل ہے وہ چاہے زبانی کرلے یا اخبارات میں اشتہارات دے کر۔ بہر حال طلاق ہر صورت میں نافذ ہو جاتی ہے۔

(2) رجعی طلاق کی صورت میں دورانِ عدت شوہر کو شریعت نے رجوع کرنے کا حق دیا ہے۔ یاد رہے کہ عورت اگر حاملہ نہیں تو عدت تین ماہ اور حاملہ ہونے کی صورت میں عدت تا وضع حمل ہے

﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾ (سورۃ البقرہ۔ آیت: نمبر 228)

﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (سورۃ الطلاق۔ آیت: نمبر 4 ص 28)

(3) رجعی طلاق کی صورت میں اگر عدت گزر جائے تو پھر بھی عورت اور مرد کی رضامندی کی صورت میں شریعت نے عورت کے ولی کو پابند کیا ہے کہ دوبارہ تجدیدِ نکاح کر دیں جیسا کہ سورۃ البقرۃ آیت نمبر 232 میں ذکر ہے۔ اس کا شانِ نزول اور پس منظر، پیش منظر مُعقِل بن یسار۔ رضی اللہ عنہ کا تفصیلی واقعہ صحیح بخاری: کتاب التفسیر۔ کتاب النکاح۔ کتاب الطلاق۔ میں، نیز دیگر کتب احادیث میں بالتفصیل موجود ہے۔

(4) یاد رہے کہ عورت کے ولی کی رضامندی بھی نکاح میں شرط ہے۔ موجودہ عدالتی نکاح بغیر ولی کی رضامندی کے شرعاً ناجائز اور حرام ہیں۔

(5) نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ تجدیدِ نکاح کی صورت میں اور رجعی طلاق کی صورت میں مروجہ حلالہ کی قطعاً ضرورت نہیں اور ویسے بھی مروجہ حلالہ شرعاً ناجائز، حرام، بدتر از زنا اور انسانی بے غیرتی کا شاھکار ہے۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ۔رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ۔ (ترمذی)

(6) ایک وقت میں ایک طلاق ہوتی ہے چاہے جتنے بھی الفاظ طلاق کیلئے طلاق دینے والے نے بولے یا لکھے ہوں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت: 229) یعنی طلاق دوبار ہے دوبار طلاق کے بعد رجوع کرلے یا تیسری طلاق دے کر چھوڑ دے۔ اس آیت میں ”مَرَّتٰنِ“ کلمہ وارد ہے جس کا معنیٰ دوبار ہے جس سے

صاف واضح ہے کہ پہلی بار اور دوسری بار کی طلاق رجعی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جو کام ایک وقت یا ایک مجلس میں ہو وہ جتنا بھی ہو، بار ایک ہو گی مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ میں ایک بار پانی پی لوں اور وہ تین گھونٹ یا تین گلاس پی لیتا ہے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے تین بار پیا ہے- بعینہ طلاق ہے- اس کی مزید وضاحت حدیث رُکانہ- رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہے، سیدنا عبداللہ بن عباس- رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیک مجلس انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں پھر اس پر بہت غمگین اور افسردہ ہوئے نبی ﷺ نے تمام تفصیلات معلوم کرنے کے بعد فرمایا: فَإِنَّمَا تِلْكَ وَاحِدَةٌ فَارْجِعْهَا إِنْ شِئْتَ- قَالَ فَرَاجَعَهَا -(مسند الامام احمد ج 1 ص 265- نیز فتح الباری شرح البخاری ج نمبر 9 ص نمبر 362) یعنی یہ ایک طلاق ہوئی ہے رجوع کرنا چاہو تو کر سکتے ہو- عبداللہ بن عباس- رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انہوں نے رجوع کر لیا- هٰذَا مَا عِنْدَنَا وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ- وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَسَلَّمَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ-

كتبه بيده محمد افضل خلیل احمد الاثری

9 جمادی الاول 1422ھ- 31/7/2001

شوہر کا بیوی کے لئے طلاق اور ان الفاظ کا استعمال کرنا کہ ''تو مجھ پر حرام ہے''

سوال- میرے شوہر نے مجھے ایک مہینہ پہلے ان الفاظ میں ''کہ میں نے تجھے طلاق دی'' کہا- پھر چند روز بعد معافی تلافی کی اور رجوع کر لیا- پھر اس کے چند روز بعد پھر کسی چھوٹی بات بلکہ بات بے بات پر وہ یہ کہتے رہے جھگڑے کے دوران کہ میں ایک طلاق دے چکا اب تو نکل جا' ایک ماہ بعد یہ کہا تو مجھ پر حرام ہے اور تیرا یہاں رہنا حرام ہے اور بعض دفعہ ان الفاظ کو کہتے ہوئے ہاتھ میں پنج سورۃ بھی ہوتی تھی یعنی قرآن پڑھتے پڑھتے اس طرح کی گفتگو ہوتی تھی- اب سوال یہ ہے کہ یہ الفاظ کہ ''تو مجھ پر حرام ہوگئی'' کہنے سے کیا دوسری طلاق واقع ہوگئی؟ اگر ہوگئی؟

سوال-2- رجوع نہ کرنے کی صورت میں مزید کتنے عرصہ بعد تیسری طلاق واقع ہوگی؟

الجواب- بعون الوهاب و منه الصدق و الصواب- مسئولہ صورت میں بالتزام صحت سوال پہلے ایک بار طلاق دینے کے بعد یہ کہنا کہ ''تو مجھ پر حرام ہے اور تیرا یہاں رہنا حرام ہے'' اس کا بظاہر اس طرح استعمال طلاق پر دلالت کرتا ہے اگر واقعتاً شوہر کی نیت اس سے طلاق ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی- پھر بموجب: حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم " إِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ"۔ (بخاری- مسلم) اور اس صورت میں یہ دوسری طلاق ہوگی-

اگر شوہر کا مقصد طلاق نہیں اور وہ اس پر حلفیہ بیان دے سکتا ہے تو پھر یہ قسم ہے اور اس صورت میں میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزارنے کی صورت میں كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ شوہر پر ادا کرنا فرض ہے-

1- عَنْ سَعِيْدِ بْنَ جُبَيْرٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ فِي الْحَرَامِ يُكَفِّرُ ' وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَقَدْ كَانَ

لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ- (صحیح بخاری :729/2- کتاب التفسیر بَابٌ ﴿ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾-

2-عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ کَانَ یَقُوْلُ فِی الْحَرَامِ یَمِیْنٌ یُکَفِّرُهَا ' وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ- (مسلم: 478/1- بَابُ الْکَفَّارَةِ عَلٰی مَنْ حَرَّمَ اِمْرَاَتَهٗ وَلَمْ یَنْوِ الطَّلَاقَ)

3-عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنِّیْ جَعَلْتُ امْرَاَتِیْ عَلَیَّ حَرَامًا قَالَ کَذَبْتَ لَیْسَتْ عَلَیْكَ بِحَرَامٍ ثُمَّ تَلَاهٰذِهِ الْاٰیَةَ﴿ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾- عَلَیْكَ اَغْلَظُ الْکَفَّارَةِ عِتْقُ رَقَبَةٍ (سنن نسائی ط: سلفیه ج 2ص:92 کتاب الطلاق- تأویل قوله تعالیٰ: ﴿یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ فتح الباری 288/9- وفیه أیضاً: أخرجه النسائی و ابن مردویه)

مذکورہ بالا تین روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو اگر یہ کہہ دے: تو مجھ پر حرام ہے اس شخص پر قسم والا کفارہ ہوگا- سنن نسائی کی روایت کے بموجب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ جواب دیا تھا کہ کفارۂ کی قسم سخت ترین قسم ''گردن کی آزادی'' کی صورت میں تم کفارہ دو-

قرآنِ مجید (سورۃ المائدہ پارہ: 7' آیت: 89) میں قسم کا کفارہ بیان کیا گیا ہے: ﴿ فَکَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰکِیْنَ اَوْ کِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ ذٰلِكَ کَفَّارَةُ اَیْمَانِکُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ﴾ اس آیت میں کفارۃ الیمین کی تین شقیں مذکور ہیں-

1- اپنے گھر میں استعمال کھانے کا اوسط درجہ باعتبار معیار کے دس مسکینوں کو کھلانا یا ان کو کپڑے دینا-

2- ایک گردن آزاد کرنا-

3- مذکورہ صورتوں سے بے کسی و غربت کے باعث تین روزے رکھنا-

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مسئولہ صورت میں سورۃ التحریم آیت نمبر 1-2 کی روشنی میں اس کو قسم قرار دے کر کہ کفارۂ قسم اس پر قرار دیا ہے۔

اور کسی سائل کو جو " اَغْلَظُ الْكَفَّارَةِ "گردن کی آزادی کا حکم دیا ہے یہ اس کی حیثیت کو دیکھ کر فتویٰ دیا ہے جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وَكَأَنَّهُ أَشَارَ عَلَيْهِ بِالرَّقَبَةِ لِأَنَّهُ عَرِفَ أَنَّهُ مُوسِرٌ فَأَرَادَ أَنْ يُكَفِّرَ بِالْأَغْلَظِ مِنْ كُفَّارَةِ الْيَمِينِ لا أَنَّهُ تَعَيَّنَ عَلَيْهِ عِتْقُ الرَّقَبَةِ ۔الخ (فتح الباری 288/9)

قسم کے کفارہ کی بابت اپنی حیثیت کو دیکھ کر عملِ کفارہ کو اختیار کرنا چاہئے۔

مسئولہ صورت میں شوہر کی نیت اگر طلاق کی ہے تو یہ دوسری طلاق ہوگی دورانِ عدت رجوع کر سکتا ہے۔ اور اس کے بعد اس شوہر کو صرف ایک طلاق کا اختیار باقی رہ جائے گا' زندگی میں اگر یہ بھی ختم کر بیٹھا تو پھر یہ عورت اس پر ابدی طور پر حرام ہو جائے گی۔

اگر مرد کا ان الفاظ کی ادائیگی سے مقصد طلاق نہیں تو پھر اس کو اپنی حیثیت دیکھ کر کہ کفارۂ قسم دینا ہو گا۔

وصلى الله تعالىٰ على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم۔

هذا ما عندنا والله أعلم بالصواب

كتبه بيده: محمد أفضل خليل أحمد الأثري

17 جمادی الاولی 1423ھ-28/7/200

بریلوی مکتبِ فکر کے مشہور عالم پیر محمد کرم شاہ الازہری سابق چیئرمین رؤیت ہلال کمیٹی سابق جسٹس آف فیڈرل شریعہ کورٹ پاکستان کا مروجہ حلالہ اور ایک وقت کی تین طلاق کے ایک ہونے پر حق وانصاف پر مبنی درمندانہ فیصلہ

لیکن ایک خلجان ابھی تک موجود ہے- جس کا ازالہ ازحد اہم ہے- سوال یہ پیدا ہوتا ہے- کہ جب طلاق ثلاث ایک طلاق شمار کی جاتی تھی تو الناطق بالصدق و الصواب الفاروق بین الحق و الباطل حضرت امیر المؤمنین سید نا عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کے برعکس حکم کیوں دیا-

تو اس کے متعلق گذارش یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ملاحظہ فرمایا کہ لوگ طلاق ثلاث کی حرمت کو جانتے ہوئے اب اس کے عادی ہوتے چلے جارہے ہیں- تو آپ کی سیاستِ حکیمانہ نے ان کو اس امر حرام سے باز رکھنے کے لیے بطور سزا حرمت کا حکم صادر فرمایا- اور خلیفہ وقت کو اجازت ہے- کہ جس وقت وہ دیکھے کہ لوگ اللہ کی دی ہوئی سہولتوں اور رخصتوں کی قدر نہیں کررہے اور ان سے استفادہ کرنے سے رک گئے ہیں- اور اپنے لیے عسر وشدت پسند کررہے ہیں- تو بطور تعزیرانہیں ان رخصتوں اور سہولتوں سے محروم کرنے کے بعد وہ اس سے باز آجائیں-

حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے یہ حکم نافذ کرتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوں ارشاد گرامی ہے- بلکہ کہا: فَلَوْ اَنَّا اَمْضَیْنَاهُ عَلَیْهِمْ (کاش ہم اسکوان پر جاری کردیں)-

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ آپکی رائے تھی اور امت کو اس فعل حرام سے باز رکھنے کے لیے یہ تعزیری قدم اٹھایا گیا تھا- اس تعزیری حکم کو صحابہ کرام نے پسند فرمایا اور اسی کے مطابق فتویٰ دیئے-

لیکن حدود کے علاوہ تعزیرات اور سزائیں زمانہ کے بدلنے سے بدل جایا کرتی ہیں اگر کسی وقت کوئی مقررہ تعزیر سے بجائے فائدہ کے الٹا نقصان ہو- اور مصلحت کی جگہ فساد رو پذیر ہونے لگے- تو اس وقت اس تعزیر کا بدلنا ازحد ضروری ہوجاتا ہے-

غیر شادی شدہ زانی کی حد کا ذکر تو قرآن حکیم میں موجود ہے- کہ اسے ''سو 100 دُرّے لگائے

جائیں۔لیکن حدیث میں ہے۔مِـائَةُ جَلْدَةٍ وَ تَغرِیبُ عَامٍ یعنی ''سودُرّے لگائے جائیں اور ایک سال جلاوطن کردیا جائے۔'' جب چند آدمیوں کو جلاوطن کیا گیا تو وہ کفار کی صحبت سے متأثر ہوکر مرتد ہو گئے۔ اور علماء احناف نے یہ کہہ کر جلاوطن کی سزا کو ساقط کردیا۔ کہ یہ تعزیر ہے اور اب اس سے بجائے اصلاح کے ارتداد کا دروازہ کھل گیا ہے۔اس لیے اب یہ تعزیر ساقط کرنی ضروری ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس تعزیر کو آج باقی رکھنے سے جو مفاسد اسلامی معاشرہ میں رونما ہورہے ہیں کون سی آنکھ ہے جو اشکبار نہیں اور کونسا دل ہے جو دردمند نہیں۔

لوگوں میں شرعی احکام کے علم کا فقدان ہے۔انہیں یہ پتہ ہی نہیں کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینا کتنا بڑا جرم ہے۔اور یہ تلعب بکتاب اللہ کے مرادف ہے۔وہ غیظ وغضب کی حالت میں منہ سے بک جاتے ہیں۔انہیں تب ہوش آتا ہے۔جب انہیں بتایا جاتا ہے۔کہ انہوں نے ایک جنبش لب سے اپنے گھر کو برباد کردیا۔اس کی رفیقہ حیات اور اس کے ننھے بچوں کی ماں اس پر قطعی حرام ہوگئی اس کی نظروں میں دُنیا تاریک ہوجاتی ہے۔یہ ناگہانی مصیبت اس کے لیے ناقابلِ برداشت ہوتی ہے۔

پھر وہ علماء صاحبان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ جو باستثناء چند حضرات بڑی معصومیت سے انہیں حلالہ کا دروازہ دکھاتے ہیں۔ اس وقت انہیں اپنے غیور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث فراموش ہوجاتی ہے لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ۔ ''حلالہ کرنے والے پر بھی اللہ کی لعنت اور جس (بے غیرت) کے لیے حلالہ کیا جائے اس پر بھی اللہ کی لعنت''۔اس سلسلے میں ایک اور حدیث سن لیں۔ اس کا ترجمہ حلالہ کی اجازت دینے والے علماء خود کرلیں۔ (عوام کی تفہیم کے لئے ترجمہ بھی دیا جارہا ہے۔ناشر)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِالتَّيْسِ الْمُسْتَعَارِ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هُوَ الْمُحَلِّلُ لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ۔ (رواہ ابن ماجه)

(کیا میں تمھیں کرائے کے سانڈ کی خبر نہ دوں؟ ہم نے کہا ضرور اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا وہ حلالہ کرنے والا ہے اللہ کی لعنت ہو حلالہ کرنیوالے پر بھی اور اس پر بھی جس کیلئے حلالہ کیا جائے)

ان علماء ذی شان کے بتائے ہوئے حل کو اگر کوئی بدنصیب قبول کر لیتا ہوگا-تو اسلام اپنے کرم فرماؤں کی ستم ظریفی پر چیخ اٹھتا ہوگا- اور دین سبز گنبد کے مکیں کی دہائی دیتا ہوگا-

اب حالات دن بدن بدتر ہو رہے ہیں-جب بعض طبیعتیں اس غیر اسلامی اور غیر انسانی حل کو قبول نہیں کرتیں اور اپنے گوشہء عافیت کی ویرانی بھی ان سے دیکھی نہیں جاتی تو وہ پریشان اور سراسیمہ ہو کر ہر دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں- اس وقت باطل اور گمراہ فرقے اپنا آہنی پنجہ ان کی طرف بڑھاتے ہیں-اور انہیں دام تزویر میں بھی پھنسا لیتے ہیں-اس کی بیوی تو اسے مل جاتی ہے لیکن دولتِ ایمان لوٹ لی جاتی ہے-میرے بچشم دید واقعات ہیں کہ کنبے کے کنبے مرزائی اور رافضی ہو گئے- جب حالات کی سنگینی کا یہ عالم ہو- جب یہ تعزیر بے غیرتی کی محرک ہو بلکہ اس کی موجودگی سے ارتداد کا دروازہ کھل گیا ہو ان حالات میں کیا علماء اسلام کا یہ فرض نہیں کہ امت مصطفٰے علیہ التحیّۃ و الثناء پر دَرِ رحمت کشادہ کریں-اسی قسم کے حالات سے مجبور ہو کر حکومت مصر نے علماء کی ایک کمیٹی تشکیل کی جس کے ارکان مندرجہ ذیل حضرات مقرر ہوئے-

صدر......الاستاذ الأكبر شيخ الجامع الازهر

ارکان.....(1)رئيس المحكمة العلياء الشرعيه(2)شيخ المالكيه

(3)مفتی الديار المصريه(4)نائب السادة المالكيه(5)ان کے علاوہ دیگر علماءِ کرام اور ان کے مشورہ اور تحقیق کے مطابق احوال شخصیہ کے قوانین میں مناسب اصلاحات کر کے 1920ء میں قانون نمبر 25 شائع کیا گیا- یہ سلسلہ تحقیق جاری رہا- اس کے بعد 1929ء میں ایک دوسرا قانون نمبر 25 منظور ہوا جس میں طلاق کے احکام میں مناسب تبدیلیاں کی گئیں- جسے علماءِ مصر

نے منظور کیا شرعی عدالتوں میں اب اسی قانون کے مطابق عمل ہو رہا ہے۔ اور جامع ازہر کے کلیۃ الشریعۃ کے درجہ تخصص القضاء میں داخل نصاب ہے۔ اس قانون کی دفعہ 3 یہ ہے:

"الطلاق المقترن بعدد لفظاو اشارة لا يقع الا واحدة"

(الدليل المرشد فى القوانين و الأوامر للمحاكمة الشرعية ص:383)

ابھی ایک سوال جواب طلب باقی ہے وہ یہ کہ کیا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہوتے ہوئے اصول شریعت ہمیں اجازت دیتے ہیں۔ کہ ان ناگزیر مجبوریوں میں ہم کسی دوسرے امام کے قول پر عمل کریں؟

اصول فقہ کی کتابوں کے مطالعہ کے بعد علی وجہ البصیرت کہا جا سکتا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے علامہ محقق کمال بن ہمام الحنفی اپنی کتاب التحریر، اور امیر الحاج التحریر کی شرح التقریر والتحبیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

فلو التزم مذهبا (كأبى حنفية و الشافعى) فهل يلزمه الاستمرار عليه فلا يعدل عنه فى مسئلة من المسائل (فقيل يلزم) لأ نه بالتزامه يصير ملزمابه كمالو التزم مذهبه فى حكم حادثة معينة و لأنه اعتقد أن المذهب الذى انتسب إليه هو الحق فعليه الوفاء بموجب اعتقاده (وقيل لا) يلزم وهوا لأصح۔ (التقرير و التحبير على التحرير ج :3،ص:350)

اب کتب فقہ پر غور فرمایئے وہاں آپ کو تصریحات ملیں گی۔ کہ بوقت شدید ضرورت دوسرے ائمہ کے اقوال کے مطابق فقہاء احناف نے فتوے دیئے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

علامہ شامی زوجہ مفقود الخبر کے متعلق لکھتے ہیں۔ قال القهستانى لو أفتى بقول مالك فى موضع الضرورة لابأس به على ما أظن۔ وقلت نظيرهذه المسئلة عدة ممتدة الطهر التى بلغت برؤية الدم ثلثة أيام ثم امتد طهرها فإنها تبقى فى العدة إلى أن تحيض ثلاث حيض وعند مالك تنقضى عدتها بتسعة أشهر وقد قال فى البزازية الفتوىٰ فى زماننا على قول مالك (شامى ج:3ص:362) اسی طرح طحطاوی میں مذکور ہے۔

فتاویٰ مولانا عبدالحئی سے بھی دو مثالیں سن لیجئے۔

سوال:۔ زید نے اپنی عورت سے غصہ کی حالت میں کہا: میں نے طلاق دی۔ میں نے طلاق دی۔ میں نے طلاق دی۔ اس تین بار کہنے سے تین طلاقیں واقع ہوں گی یا نہیں اور اگر حنفی مذہب میں واقع ہوں اور شافعی مذہب میں نہ ہوں۔ تو حنفی کو شافعی مذہب پر اس خاص صورت میں عمل کرنے کی اجازت دی جائے گی یا نہیں؟

جواب:۔ اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ مگر بوقت ضرورت کہ اس عورت کا علیحدہ ہونا اس سے دشوار ہو۔ اور احتمال مفاسد زائدہ کا ہو۔ اگر تقلید کسی امام کی کرے گا تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا۔ اس کی نظیر مسئلہ نکاح زوجہ مفقود وعدت ممتدۃ الطہر موجود ہے کہ حنفیہ عندالضرورت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر عمل کرنے کو درست رکھتے ہیں۔ چنانچہ رد المحتار میں مفصلاً مذکور ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ وہ شخص کسی شافعی عالم سے پوچھ کے اس کے فتویٰ پر عمل کرے۔ واللہ اعلم۔

(حررہ الراجی عفو ربہ القوی محمد عبد الحی۔ مجموعۃ الفتاویٰ اُردو ج:2' ص:68)

دوسری مثال: سوال:۔ زید کو عمرو دھوکہ دے کر اپنے گھر کے اندر لے گیا اور چند آدمیوں کو بلا کر زید سے اس کی بیوی کو جبراً تین طلاقیں دلوائیں چونکہ زید اور اس کی بی بی میں محبت بہت ہے۔ اب جدائی از حد شاق ہے لہٰذا بضرورت بہ تقلید مذہب شافعی نکاح جائز ہے یا نہیں۔

جواب:۔ ضرورت شدیدہ کے وقت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کی تقلید درست ہے۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ص:230' ج:3)

ایک اور مثال ملاحظہ فرمایئے۔

إن المتأخرين أفتوا بتحليف الشهود إقامة له موقع التزكية على مذهب ابن أبي ليلى۔

مسئلہ کے سارے پہلو آپ کے سامنے ہیں۔ اس کی عقلی اور نقلی دلیلیں اور ان پر ہر طرح کی ردوقدح بھی آپ نے ملاحظہ فرمالی۔ اب آپ خود اس کے متعلق فیصلہ فرما سکتے ہیں۔

اس ناچیز کی ناقص رائے میں تو ان حالات میں علماء مصر اور علماء جامع ازہر کے فتویٰ کے مطابق عمل کرنا ارجح ہے۔ (ماخوذ از ''علماء کیلئے دعوتِ فکر و عمل'')

مکتبۃ السنۃ کی دیگر مطبوعات
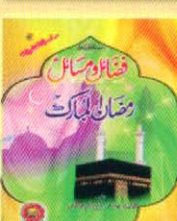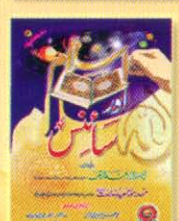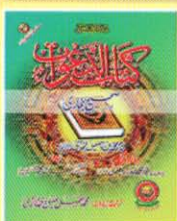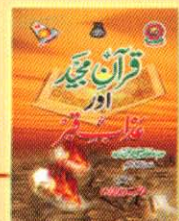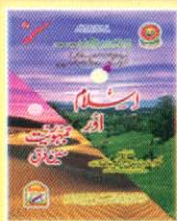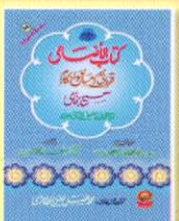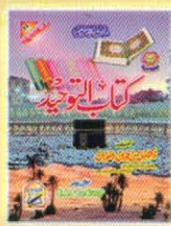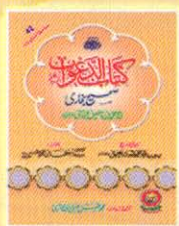
اشاعتِ اسلام کا منہج سلف صالحین کے طرز پر عظیم مرکز

Designed by Fair Fan